التماس

معزز ناظرین! ایک زمانے سے میرا خیال تھا کہ کوئی تصنیف
...یف کرون اس غرض سے نہین کہ مین بھی قابل عزت مصنفین کی صف مین جگہ
...ون بلکہ ملک و قوم نیز زبان اردو کی بہ حیثیت ایک فرد قوم و متوطن وطن اور
...دان ہونے کے اپنی ناچیز لیاقت سے خدمت کر سکون۔

لیکن بعض وجوہات سے مین فی الحال کوئی تصنیف شایع نکر سکی۔ اسی
...رمین "بچون کا اخبار" و "ادیب الہ آباد" کے چند پرچے میری نظر سے گزرے
...مین خود ساز اشخاص کے حالات درج تھے۔ مین نے خیال کیا کہ اگر ان
...تمام واقعات کو جو مختلف نمبرون مین شایع ہو چکے ہین (جن کو بعضون نے پڑھا
بعضون نے نہ پڑھا ہوگا) ایک کتابی صورت مین شایع کر دیا جاے تو بہتر ہوگا۔

اس قسم کی تالیف یا تصنیف عموماً عوام خصوصاً بچون کے لئے جس قدر
...سودمند ثابت ہوگی وہ ظاہر ہے۔

مین اُن مہربان والدین سے جن کو اپنے بچون کی تعلیم و تربیت
کا بڑا خیال رہتا ہے ملتمس ہون کہ وہ اس کتاب کو اپنے پیارے بچون کو پڑھائین
بچون کی نرم طبیعت جسقدر جلد ارد گرد کے واقعات قبول کر لیتی اور
ان پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اگر

بچپن ہی سے اس قسم کے صحیح واقعات (جیسے کہ اس کتاب مین درج ہین) بچون کو پڑہاے و سمجہاے جائین اور ان پر عمل کرنیکی ہدایت کی جاے تو امید ہے کہ وہ ضرور اسکی پیروی کرین اور بڑے ہوکر نیک اوصاف سے متصف ہون اور آپ اپنی مدد کرنا سیکھ جائین - جسکی فی زمانہ سخت ضرورت ہے -

آخر مین اُن اہل قلم حضرات سے مین معافی کی خواستگار ہون جن کے مضامین بغیر اونکی اجازت کے مین نے درج کتاب کرلئے ہین -

خاکسار

د - ب - حیدر آبادی

۲۱ - مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

ابوالفضل

(شہنشاہ اکبر کا مشہور وزیر)

ابوالفضل کا خاندان

ابوالفضل کے بزرگ اصل مین یمن (عرب) کے رہنے والے تھے۔ نوین صدی ہجری کے عین شروع مین اس کے بزرگون مین سے ایک شخص موسےٰ نامی یمن سے سیستان ایران) آئے موسیٰ کی اولاد سو برس تک سیستان مین رہی یہان تک کہ دسوین صدی ہجری کے شروع مین یعنی سو برس بعد موسےٰ کے پڑپوتے خضر نے سیستان سے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ اور ناگور (راجپوتانہ) مین آکر مقیم ہوے۔ جہان ۹۱۵ھ مین ابوالفضل کا باپ مبارک پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ مبارک ناگور سے چل کر احمد آباد دگجرات) آیا اور کچھ دن یہان رہکر ۹۵۴ھ مین مبارک مستقل طور پر آگرہ مین جا آباد ہوا۔

ابوالفضل کی پیدائش

جس زمانہ مین مبارک مستقل طور سے آگرہ مین مقیم ہو گیا تھا۔ اسکے گھر مین ۹۵۷ ہجری اتوار کی رات کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک نے (غالباً اپنے استاد ابوالفضل خطیب (لکچرر) کارزونی کے نام پر) ابوالفضل رکھا

یہ مبارک کا پہلا بیٹا نہین تھا بلکہ اس سے پہلے ۹۵۴ھ مین ایک اور بیٹا پیدا ہوچکا تھا جس کا نام مبارک نے اپنے پیر کے نام پر ابو الفیض رکھا تھا۔

ابو الفضل کا بچپن اور تعلیم

ابو الفضل ڈیڑھ ہی سال کی عمر مین خوب باتین کرنے لگا تھا اور سب آدمی اُس کی باتین سن سن کر تعجب کرتے تھے۔ پانچ برس کی عمر مین ابو الفضل خوب ہوشیار ہوگیا تھا۔ اب شیخ مبارک نے اسکی تعلیم شروع کی۔ مان باپ دونون نہایت احتیاط سے اوسکی نگرانی کرتے تھے اور عام بچون اور بُری صحبتون سے بچائے رہتے تھے ابو الفضل نے اپنی کامیابی کو کئی جگہہ اپنے باپ کی لیاقت اور اپنی مان کی سلامت روی سے منسوب کیا ہے۔ اُس زمانہ کی طرز تعلیم سے ابو الفضل کو بچپن ہی سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے بچون کو پڑھایا جاتا تھا۔ اور جو کتابین عام استعمال سے اُن کی ابتدائی تعلیم کی جز قرار آگئی تھین۔ کم عمر ابو الفضل اُن کو کبھی جی لگا کر نہ پڑھتا تھا۔ اکثر آدمی جو آئندہ بڑے عالم اور مصنف اور لکھنے والے ہوے ہین وہ عموماً دوسری کتابون پر توجہ نکرتے تھے غرض کچھہ ہی سبب ہو۔ ابو الفضل زندہ دلی اور شوق سے نہ پڑھتا تھا یہ حال دیکھا تو مان باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے اپنے اوپر محنت گوارا کی۔ شیخ مبارک ہر مضمون پر جو اسے پڑھاتا ہوتا ایک رسالہ لکھکر ابو الفضل کو دیتا تھا۔ لیکن اسپر بھی ابو الفضل کی تعلیم نے خاطرخواہ ترقی نہ کی۔ ہر بات پر اسکے دلمین شک و شبہات پیدا ہوتے تھے۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ جو بات کہ اُس مین نہ ہوتی تھی اسکے متعلق اوس کے دلمین طرح طرح کے اعتراض آتے تھے لیکن کم عمری اور شرم و حیا کی وجہ سے کچھہ پوچھہ نہ سکتا

تھا جب سبق پڑھکر گھر آتا تو اپنے آپ کو ملامت کرتا اور روتا کہ مین کیا پڑھ آیا ہون کہ کچھہ سمجھہ مین نہین آتا جب استاد سے کوئی بات پوچھنے لگتا تو جرات نہوتی اور ہکلانے لگتا آخر اسکی دوستی ایک ہم عمر سے ہوگئی اور اسکے ساتھہ مدرسے مین داخل ہوکر باقاعدہ پڑہنے لگا۔ اور تمام کتابین جن کا پڑہنا طالب علم کے لئے اس زمانہ مین ضروری سمجھا جاتا تھا پڑھ لین اور ۱۵ سال کی عمر مین تحصیل ختم کرلی۔ اوسی عمر مین ابو الفضل کی لیاقت ایسی تھی کہ ہر مضمون پر عمدگی سے بحث کرسکتا تھا اور جن کتابونکو اسنے نہین پڑہا تھا انہین اچھی طرح سمجھہ سکتا تھا اس ترقی کا سبب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ماں باپ بھائی فیضی کے پاس رہتا تھا جہاں ہمیشہ علم کے چرچے کے سوا اور کوئی ذکر نہ تھا اور جہاں ہر وقت عالمونکا جمگھٹا رہتا تھا ایسی صحبت سے قاعدہ ہے کہ انسان کے دل مین ترقی کرنے کا شوق اور امنگ پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ابو الفضل کے دل مین بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہوگی کہ باپ بھائی کیطرح مین بھی بڑا آدمی بن جاؤن اور اپنے آس پاس کی شان سے ضرور اسکے اندر جوش اور ولولہ موجین مارتا ہوگا

مطالعہ کا شوق

گو ۱۵۶۵ء مین وہ ضروری تحصیل تمام کرچکا تھا لیکن اصلی لیاقت اور علم کی اس مین کمی تھی اس لیے اب اس نے ان رسالون اور خلاصون کو جو باپ نے لکھے تھے دوبارہ دیکھنا شروع کیا اور اس دفعہ وہ بخوبی سمجھہ مین آتے تھے اور ان سے اس کو بہت فائدہ ہوا اب وہ دل وجان سے لکھنے پڑھنے اور بڑے بڑے مصنفون کی کتابین پڑہنے مین مصروف ہوا آئندہ نو دس سال یعنی ۲۴ برس کی عمر تک اوسنے گویا ایک کتب خانہ مین زندگی

بسر کی۔ شیخ مبارک کے کتب خانہ مین بہت سے نایاب اور مفید کتابین
تھین اور ابو الفضل کے بڑے بھائی فیضی کو بھی کتابین جمع کرنے کا
بڑا شوق تھا خدا کی جن نعمتون کا شکریہ ابو الفضل نے ادا کیا ہے ان
مین سے ایک یہ بھی ہے کہ "مجھکو طالب علمی کے زمانے مین نایاب اور مفید
کتابین دیکھنے کا موقع ملا اور کسی سے کتابین مانگنے کی ذلت نہ اٹھانی پڑی"
مطالعہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اس دھن مین دو دو دن تک کھانا ہی نہ
کھاتا تھا۔ لوگ اوسکی یہ حالت دیکھکر سخت تعجب کرتے تھے مگر وہ ان کو
یہ جواب دیا کرتا تھا کہ "جب کوئی آدمی بیمار ہوا کرتا ہے اور عرصہ تک
کھانا نہین کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے تو تم اوسکے زندہ رہنے پر ذرا بھی تعجب
نہین کرتے پھر میرے نہ کھانے پر کیون متعجب ہوتے ہو" پڑھتے
پڑھتے اور بحث کرتے کرتے اکثر کتابین اوسے حفظ یاد ہو گئی تھین جن
کا ابو الفضل نہ صرف مضمون بیان کر سکتا تھا بلکہ ان کی عبارت لفظ
بلفظ صحیح پڑھ سکتا تھا۔

اوصاف

ذہانت:۔ ابو الفضل کی جودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر بڑے بڑے
مصنفون کی کتابون اور رایون پر اعتراض کر بیٹھتا تھا۔ اور جیسا کہ
دستور ہے لوگ اوسے طفل مکتب سمجھکر اس کا مضحکہ کرتے تھے بعض
آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے اسکے دماغ مین فتور آگیا ہے
بعض اس کا سبب ابو الفضل کا غرور بتاتے تھے ابو الفضل کو ان لوگوں
پر بڑا غصہ آتا تھا مگر دل ہی دل مین ناراض ہو کر چپ ہو رہتا تھا

اورجو لوگ اُس سے بحث کرتے تھے انھیں وہ بند کر دیتا تھا جیسا کہ خود ابو الفضل نے لکھا ہے اس زمانے مین اس کے مزاج مین کسی قدر غرور پیدا ہو گیا تھا اور وہ دوسرے آدمیون کو جاہل خیال کرنے لگا تھا۔ مگر شیخ مبارک نے اپنے فاضل بیٹے کی اس کمزوری کا بہت جلد علاج کر دیا ایک مصنف کی کتاب پر ابو الفضل بہت اعتراض کیا کرتا تھا۔ اسکے چند دوستون نے اُن اعتراضات کو لکھ ہی لیا تھا۔ اتفاق سے اس کے انہی دوستون مین سے کسی کے ہاتھ ایک پُرانی کتاب لگی۔ جس مین اُسی مصنف کی کتاب پر اکثر وہی اعتراض تھے جو ابو الفضل کیا کرتا تھا۔ پھر تو سب لوگ ابو الفضل کی بڑی عزت کرنے لگے۔

حافظہ ابو الفضل کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ طالب علمی کے زمانے مین ایک کتاب دیکھی تھی۔ ایک شخص کے پاس یہی کتاب موجود تھی مگر آدھی سے زیادہ کیڑون نے کھائی تھی اور لوگ اُسکے فائدے سے محروم تھے ابو الفضل نے وہ کتاب لے لی اور چاٹے ہوے ورقون کو الگ کر کے اُن کی جگہ کورے ورق لگائے اور انھین اپنی یاد سے لکھنا شروع کیا جب لکھ چکا تو کچھ عرصہ کے بعد پوری کتاب ہاتھ لگ گئی جب لوگون نے مقابلہ کیا تو صرف دو جگہ لفظون مین فرق تھا چار لفظ ایسے تھے جو اصل سے مختلف تھے مگر اُن کے معنی قریب قریب وہی تھے جو اصل لفظ کے تھے اور باقی سب حرف بحرف صحیح تھا اس سے ابو الفضل کی عزت لوگون کے دل مین اور بھی زیادہ ہو گئی۔

انکسار:۔ باوجودیکہ ابو الفضل آنا عالم تھا اور اس کو اس قدر عزت حاصل تھی پھر بھی اسکے مزاج مین اس قدر انکسار تھا کہ وہ غریبون کی

ساتھ بھی بڑی عزت سے پیش آتا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

خدا پر اعتقاد: ۔ خدائے تعالی کے رحم اور قدرت کے خیال سے ابو الفضل کو تقویت ہوتی تھی لکھتے لکھتے جب اوسکی طبیعت پریشان ہوتی ہے تو وہ جگھہ جگھہ تعجب یا اوسی مین خدا کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور سینکڑون جگھہ ایسے فقرے لکھتا ہے کہ ۔ اے خدا تو سب دیکھنے والا ہے تو قادر مطلق ہے میرے دل کو تسلی دے تمام آدمیون کے ساتھ دوستی کی قوت عطا کر اور دنیا کے جھگڑون سے نجات بخش ۔ وہ ہر کام مین خدا کا ہاتھ دیکھتا تھا جب اوس پر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو یہ سمجھکر کہ خدا جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے دلین صبر اور ظاہر مین شکر کرتا ہے۔

بے تعصبی: ۔ ابو الفضل مذہبی تھا اور شاعر بھی اور فاضل بھی لیکن وہ مسلمانون اور دوسرے مذہب کے لوگون سے یکسان برتاؤ کرتا تھا اور رحم دلی اور بے تعصبی مین بے نظیر تھا۔ یہی سبب ہے کہ وہ بمبی کے پارسی اور پرتگال کے پادریا سے لے کر ہندوؤن کے جوگیون تک سے اتحاد رکھتا تھا ۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ اور ہر قسم کے خیالات کے لوگ اسکی گرد جمع رہتے تھے ۔

اداے فرض وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتا تھا۔ قتل کے سال جب اس کو دکن کے معاملات کے تصفیہ کیلئے بھیجا گیا تو خاندیس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے ابو الفضل کا قریبی رشتہ دار تھا اسکے پاس جلسیا کہ دستور سے کچھ قیمتی تحفے بھیجے ابو الفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے معاملات

معاملات کے تصفیہ کرنے مین اسکی رائے پر اثر پڑے گا وہ تحفے واپس کردئے اور لکھا کہ اگر ان تحفون سے یہ منشا ہے کہ مین تمھاری رعایت کرون تو یہہ مجھسے نہین ہو سکتا۔ اگر صرف دوستی اور محبت کا اظہار اور استحکام مقصود ہے تو مین پہلے ہی سے تمھارا سچا دوست ہون۔ اور بادشاہ کی عنایت سے مجھکو ان چیزون کی حاجت بھی نہین۔ اس لئے شکریہ کیساتھ ان چیزون کو واپس کرتا ہون۔"

فیاضی:۔ ابو الفضل کی سخاوت اور مہمان نوازی مشہور تھی۔ ہر اہل علم جو اوس کے پاس جاتا تھا وہ اوس سے کچھہ نہ کچھہ سلوک ضرور کرتا تھا اور ہزارون آدمی اوس کی سفارش سے نوکری پاتے تھے۔ منتخب التواریخ کا مصنف جو اکبر کے درباریون اور ابو الفضل کا سب سے بڑا دشمن تھا اُس نے بادشاہ کے نام ابو الفضل کی ایک عرضی نقل کی ہے جس مین ابو الفضل نے اپنے کسی دشمن کی تعریف نہایت زور و شور سے کی ہے اور بادشاہ سے التجا کی ہے کہ اُس لائق مگر غریب شخص کو کوئی عہدہ و جاگیر ضرور ملنی چاہیئے۔

شاہی دربار مین رسوخ

شیخ مبارک اور اوس کے بیٹے فیضی کا آنا جانا شاہی دربار مین ۹۷۷ھ مین شروع ہوا۔ فیضی دربار کا ملک الشعرا بن گیا تھا۔ ۹۸۱ ہجری مین جب کہ ابو الفضل کی عمر ۲۴ سال اور اکبر کی ۳۲ سال کی تھی فیضی نے ابو الفضل کو بادشاہ کے حضور مین پیش کیا۔ مگر سال بھر تک کوئی عہدہ نھین ملا۔ دوسرے سال ابو الفضل پھر دربار مین آیا جب وہ دربار مین پہنچا تو اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ مین کسی چھوٹے عہدے پر قناعت نہین کرون گا بلکہ وزیر اعظمی پر پہونچکر

رہون گا جو کسی ملک مین بادشاہ کے بعد سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے مگر اوس زمانے مین وزارت کے لئے عالم فاضل ہی ہونا ضروری نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا بہادر اور سپہ سالار بھی ہونا شرط تھا اس لئے ابوالفضل نے جسکی عمر اب تک صرف کتابون کے مطالعہ مین صرف ہوتی تھی دربار مین داخل ہوتے ہی لڑائی کا فن سیکھنا شروع کیا اور اوسکے حاصل کرنے مین اس نے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی تلوار۔ بندوق۔ تیر غرض تمام ہتیارون کا استعمال کرنا۔ گھوڑے پر سوار ہونا سیکھلیا۔ اور لمبے لمبے چکر لگانے کا عادی ہوگیا۔ کھانے پینے کی تکلیف برداشت کرلین جو سپاہیون کیلئے ضروری ہے۔ سچ کسی نے کہا ہے:۔ ؎

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

(آدمی کو بلند ہمت ہونا چاہیئے کیونکہ خدا اور مخلوق کے نزدیک انسان کی ہمت کے مطابق اس کا اعتبار ہوتا ہے)

آخر ابوالفضل اپنی ہمت کی بدولت اکبر کے دربار مین وزارت عظمیٰ تک پہونچا اور ایسا عروج حاصل کیا کہ اکبر کو اس سے زیادہ عزیز کوئی نہ تھا۔

وفات

اکبر کے بیٹے اور ولی عہد سلیم (جو بعد کو نورالدین جہانگیر ہوا) اور ابوالفضل کا ہمیشہ بگاڑ رہتا تھا۔ چنانچہ جب شہزادہ سلیم نے ایک بار اکبر سے بغاوت کی تو ابوالفضل نے سلطنت کا عمل قایم رکہنے کی غرض سے ایسی تدبیرین کین جن سے یہ بغاوت بہت جلد دور ہوا اور شہزادہ سلیم بادشاہ کا مطیع ہو۔ اتفاق سے اسی زمانہ مین ابوالفضل دکن کی ایک

مہم پر مصروف تھا اور وہاں کوئی حد بندی کرا رہا تھا - ابو الفضل کے
دار الخلافہ میں موجودگی کی ضرورت پڑی اور اکبر نے اسے بلایا ابو الفضل
نے یہ سوچکر کہ جلد واپس آنا ہوگا کیونکہ مہم کا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے
اپنے ساتھ فوج نہ لی - بلکہ صرف چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر آگرہ کی جانب
روانہ ہوا - ادھر شہزادہ سلیم کو معلوم ہوا کہ ابو الفضل صرف چالیس آدمیوں کو
ہمراہ آگرہ آرہا ہے یہ خبر سنتے ہی اسنے نرسنگ دیو نامی ایک قزاق کو
ابو الفضل کے قتل پر متعین کیا - اور نرسنگ دیو اپنے ساتھیوں سمیت ابو الفضل
پر آپڑا - اگرچہ اُس وقت بھاگ جانے کا موقع تھا اور ابو الفضل کے ساتھیوں
نے اسے بھاگ کر جان بچانے کی صلاح بھی دی مگر بہادر ابو الفضل نے ایک نہ
سنی اور کہا کہ میں اکبر کا وزیر اعظم ہوکر دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہیں دکھاؤنگا
لڑائی ہوئی - اور ابو الفضل زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا - نرسنگ دیو نے ابو الفضل
کا سر کاٹ کر سلیم کے پاس بھیجا - یہہ واقعہ ۱۰۱۱ھ کا ہے جب کہ ابو الفضل
کی عمر ۵۶ سال کی تھی - ابو الفضل کے قتل کا اکبر کو سخت صدمہ ہوا -

نواب محسن الملک سید مہدی علیخان بہادر

خاندان

نواب محسن الملک مرحوم کا اصلی نام سید مہدی علی تھا - اور سادات بارہہ کے مشہور
خاندان سے تھے مگر ان کے باپ دادا کئی پشت سے شہر اٹاوہ صوبجات
متحدہ (آگرہ و اودھ) میں رہنے لگے تھے ان کی طرف سے ان کا سلسلہ شیخوپو

و فرخ آباد کے سیدون کے خاندان سے ملتا ہے -

پیدایش اور تعلیم

سید مہدی علی اٹاوہ مین ۹ ڈسمبر ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے تھے اُنکی تعلیم اُس زمانے کے دستور کے مطابق صرف عربی و فارسی مین ہوی تھی اور انگریزی تعلیم سے انھین کچھ حصہ نہین ملا تھا۔ مگر زمانہ حال کے بہت کم لوگ جنھون نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اُن سے عام قابلیت مین لگا کھا سکتے ہین عربی فارسی کی تعلیم انھون نے قصبۂ پھپھوند (ضلع اٹاوہ) کے بڑے عالم مولوی عنایت حسین صاحب سے پائی تھی - جو دیوہ (ضلع بارہ بنکی) کے رہنے والے تھے - کانپور کے مولوی سلامت اللہ صاحب سے بھی انھون نے کچھ تعلیم پائی تھی - وہ بچپن ہی سے ایسے ذہین تھے کہ لوگ اُن کے والد سے کہا کرتے تھے کہ تمھارا بیٹا بڑا جید مولوی ہوگا - مگر انھین یہ خبر نہ تھی کہ یہ بچہ نہ صرف بڑا مولوی ہوگا بلکہ ملک اور قوم کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کریگا -

محسن الملک مرحوم بچپن مین لکھنے پڑھنے کے شوقین نہ تھے اُنکی آئندہ بزرگی کا خیال لوگون کو صرف اُنکی ذہانت اور شوخی سے ہوا کرتا تھا مگر جون جون سمجھ آتی گئی مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور اُن کا تمام علم و فضل اسی کثرت مطالعہ کا نتیجہ تھا - ورنہ انھون نے اپنی کورس کی کتابون کو محنت سے نہین پڑھا تھا اور اگر وہ کورس کی کتابین بھی محنت سے پڑھتے تو غالباً اب سے زیادہ عالم فاضل ہوتے ملازمت کے زمانے مین بھی انھون نے کتابون کا مطالعہ نہین

چھوڑا بلکہ نہایت محنت سے راتون کو کتابین دیکھا کرتے تھے۔

سرکاری ملازمت

اگرچہ اُنکے خاندان مین سرکاری ملازمت کا رواج نہ تھا۔ اور اُنکے ایک عزیز سید ظہور علی کے جو صدر الصدور اور ریاست ٹونک کے وزیر ہوے اور کسی نے ملازمت نہ کی تھی لیکن سید مہدی علی روزی کی تلاش کے لئے مجبور ہوے اور کلکٹری اٹاوہ مین دس روپے ماہوار کی ملازمت کر لی۔ مگر اُنکے شریفانہ اور قابلانہ برتاؤ سے مسٹر ایلن ہیوم میجسٹریٹ و کلکٹر اٹاوہ ایسے خوش ہوے کہ سنہ ۱۸۵۷ء مین انھین اہلمد کر دیا استنے مین غدر پڑ گیا۔ اور اگرچہ اٹاوہ پر باغیون نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور انکی حکومت بھی کچھ روز شہر پر رہی۔ مگر سید مہدی علی اور ان کا خاندان سرکار انگریزی ہی کا دم بھرتے رہتے۔ جب غدر فرو ہو گیا اور انگریزی تسلط دوبارہ سرکار سے ہوا تو مسٹر ہیوم نے انھین پیشکار کر دیا کچھ دن وہ سررشتہ داری کا کام بھی کرتے رہے۔ اور سنہ ۱۸۶۱ء مین تحصیلدار ہو گئے۔ اس زمانہ مین انھون نے کئی قانونی رسالے اردو زبان مین اعلی درجہ کے تصنیف کئے تھے سنہ ۱۸۶۳ء مین ڈپٹی کلکٹری کے لئے امتحان مقابلہ مین شامل ہوے اور بہت سے انگریزون تک سے اعلی درجہ پر کامیابی حاصل کی انھین تحصیلداری ہی کے زمانہ مین ڈپٹی کلکٹری کے اختیارات مل گئے تھے جو انکی قابلیت کا یقینی ثبوت ہے۔ سنہ ۱۸۶۷ء مین وہ مرزاپور کے ڈپٹی کلکٹر ہوے۔ جہان وہ ریاست دودھی کی سپرنٹنڈنٹی اور راج برہل کے کورٹ آف وارڈس کی منیجری بھی کرتے رہے اور ان سب کامون مین ایسی کامیابی حاصل کی کہ کلکٹر نے اپنی رپورٹ مین لکھا تھا کہ مین دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ مہدی علی سے زیادہ مستعد

ذہین اور ایماندار ملازم ممالک مغربی شمالی (حال صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ) مین نہین ہے"

ریاست حیدرآباد مین طلبی

حیدرآباد کے مشہور وزیر اعظم سر سالار جنگ اعظم کلکتہ سے لوٹتے ہوے سید مہدی علی سے ڈپٹی کلکٹری کے زمانہ مین مرزاپور آے اور اُن سے ملکر ایسے خوش ہوے کہ گورنمنٹ سے انھین ریاست حیدرآباد کے مے مانگ لیا۔ اور وہان انھین انسپکٹر جنرل مال مقرر کردیا۔ اس عہدہ سے ترقی کرکے وہ بہت جلد کمشنر محکمہ بندوبست و پیمایش ہوگئے ۱۸۷۶ء مین سر آنرسر اسٹوارٹ لفٹنٹ گورنر بنگال نے انھین لکھا تھا کہ "تم نے ریاست نظام کی مالگزاری کا انتظام ایسے عمدہ اصول پر کیا ہے کہ حضور نظام کے ہان مین تمھارے کامون کو صرف وزیر اعظم سے دوسرے درجہ پر شمار کرتا ہون"۔ محسن الملک کی نسبت سر سالار جنگ کہا کرتے تھے کہ "اس شخص کی راے پر مجھے جتنا بھروسا ہے اتنا کسی اور کی راے پر نہین ہے" ۱۸۸۴ء مین وہ حیدرآباد کے پولیٹکل سکرٹری ہوگئے۔ اور اس زمانے مین وہ اپنے اختیارات کو ایسی سوز نیت سے کام مین لاے کہ حضور نظام نے انہین ان خدمات کے صلہ مین محسن الدولہ محسن الملک منیر نواز جنگ کا خطاب عطا فرماکر تنخواہ ۲۸ سو روپیہ ماہوار کردی۔

ولایت کا سفر

دنھی دنون ریاست حیدرآباد کا ایک بہت بڑا مقدمہ ولایت مین

مسپیش تھا۔ اسکی پیروی کے لئے محسن الملک ہی بھیجے گئے۔ اس مقدمہ کی پیروی
کے متعلق انھون نے اپنے فرایض منصبی کو ایسی خوبی سے انجام دیا کہ حضور نظام
ان سے بے حد خوش ہوئے لاتین انھون نے دوسرے بڑے لوگون کے علاوہ
انگلستان کے مشہور وزیر اعظم مسٹر گلیڈسٹن سے بھی ملاقات کی تھی۔ مسٹر گلیڈسٹن
جب تک زندہ رہے نواب محسن الملک مرحوم سے پرائیوٹ خط وکتابت جاری تھی
ولایت ہی مین اُن سے ایک اور سرکاری عہدہ دار سیر لیپل گرفن سے ملاقات ہوئی۔
اور وہ بھی نواب محسن الملک سے ملکر ایسے خوش ہوئے کہ ہندوستان مین انکے
سوا کسی اور کو قابل ہی نہ سمجھتے تھے۔

پنشن

۱۸۹۳ء مین ریاست حیدرآباد سے انکی آٹھ سو روپیہ ماہوار کی پنشن ہوگئی اور
وہ علیگڈھ آکر رہنے لگے اس پنشن کے علاوہ اور ذرایعے سے بھی انھین بہت
معقول آمدنی تھی۔ سرسید کے انتقال کے بعد وہ علی گڈھ کالج کے سکریٹری
ہوگئے اور کالج کے ہر صیغہ کو انھون نے وہ ترقی دی کہ کالج نہ صرف ہندوستان
مین بلکہ دوسرے ملکون مین بھی مشہور ہوگیا اور دوسرے ملکون کے طالب علم
یہین آنے لگے۔

انتقال

نواب محسن الملک مرحوم کی صحت خراب تو کئی سال سے تھی مگر چند مہینے سے
طبیعت بہت بگڑ گئی تھی اور وہ علاج اور تبدیل آب وہوا کے لئے بمبئی چلے
گئے تھے جب طبیعت کچھ سنبھلی تو وہان سے چلے آئے۔ اور شملہ ڈیرے

سے ملنے گئے تھے۔ یہ انہیں مرض سرخ بادہ کا دورہ ہوا۔ مگر ایسا سخت کہ تمام چہرہ اور گردن پر ورم آگیا۔ آخر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو انکا انتقال ہوگیا۔ اور لاش شملہ سے علی گڈھ لاکر سرسید کے پہلو میں دفن کیگئی۔

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی سے چند سبق

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی نہایت بیش بہا تھی اختصار کے ساتھ چند باتین یہان لکھے جاتے ہین جن سے نہایت قیمتی سبق حاصل ہو سکتے ہین۔

(۱) نواب محسن الملک کی ہوش سنبھالنے کے وقت سے یہ عادت تھی کہ جو کام انکے سپرد کیا جاتا تھا وہ اُس کو خوب جی لگا کر انجام دیتے تھے اور اُسکے انجام دینے مین نہایت محنت وجفاکشی کرتے تھے جی لگا کر کام کرنے اور محنت وکوشش کا پورا حق ادا کرنے کے سبب سے ہر ایک کام جس کو وہ ہاتھ مین لیتے تھے ادنے حالت سے اعلے حالت مین ترقی کر جاتا تھا اسی سبب سے انکے افسر بھی اُن سے خوش رہتے تھے اور انکی ترقی تنخواہ وعہدہ کے لئے ہر وقت کمربستہ رہا کرتے تھے

(۲) ایک عادت نواب محسن الملک مین یہ تھی کہ وہ مختلف عقاید کے لوگون سے نہایت دوستانہ برتاؤ کرتے تھے انکے دوستون کا حلقہ نہایت وسیع تھا عیسائی۔ پارسی۔ یہودی۔ ہندو۔ اور مسلمانون کے مختلف فرقوقوان کے لوگ اُن سے ملاقات کرتے تھے اور کسی کو اُن سے شکایت نہین ہوتی تھی بلکہ سب انکے حسن اخلاق کے مداح اور ثناخوان پائے جاتے تھے۔ ملاقات کے وقت کبھی کوئی ایسی بات اُن کی زبان پر بھولنے سے بھی نہین آتی تھی جو کسی گروہ کے دلی کے لئے رنج اور شکایت باعث ہو۔

(۳) نہایت نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ خصلت جو نواب صاحب مرحوم مین پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ کسی شخص کے اختلاف رائے سے انکو کسی معاملہ مین رنج نہین ہوتا تھا۔ وہ نہایت خندہ جبینی سے ہر شخص کی اختلاف رائے کو سنتے اور اسپر غور کرتے تھے۔ یہ اختلاف رائے کسی شخص کی طرف سے خواہ تحریری ہوتا یا کوئی شخص اُنکے روبرو زبانی طور پر اختلاف رائے کا اظہار کرتا یہ ممکن تھا کہ اسکی پڑھنے یا سننے کے بعد انکے تیور پر کوئی شکن آتی بعض موقعون پر یہان تک ہوا ہے کہ لوگون نے انکے سامنے نہایت گستاخی کیساتھ اُنکی ذات پر حملے کئے اور اختلاف رائے ہی پر بس نہین کی۔ بلکہ کھلم کھلا مخالفت کا اظہار کیا۔ تاہم وہ اُس مخالفت کو ہنسی اور خوشی کیساتھ برداشت کرتے رہے اور کوئی ایسی حرکت اُن سے ظہور مین نہ آئی جو انکی شان کے خلاف ہوتی۔ حاضرین پر اس تحمل کا بہت نمایان اثر ہوتا تھا اور وہ اکثر حیرت مین غرق ہوجاتے تھے۔

(۴) ایک عادت ہمیشہ سے نواب محسن الملک مرحوم مین یہ تھی کہ وہ ہر ایک نئی بات کو قبول کرنے مین اول اول ہچکچاتے تھے۔ مگر جب ثابت ہوجاتا تھا کہ وہ بات معقول ہے۔ گو کہ انکے پرانے خیالات کے خلاف ہے تو بخوشی اس کو قبول کر لیتے تھے اور جب تک کہ اسکے خلاف کوئی بات ثابت نہین ہوتی تھی اُس کو برابر مانتے رہتے تھے اور زبان اور قلم سے ہمیشہ اسکی حمایت کرتے تھے اسی عادت نے اُنکے خیالات کو ترقی دی تھی اور انکے دل و دماغ کو منور کیا تھا۔ سرسید مرحوم کی طبیعت مین جدت تھی وہ جب غور و فکر کرنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنے قلم سے لکھتے جو عام لوگون کے خیالات کے برخلاف ہوتی تھی۔ نواب محسن الملک شد و مد کے ساتھ اُس سے اختلاف کرتے تھے۔

اور قلم اور زبان سے اسکے رد کرنے مین کام لیتے تھے۔ مگر جب اُن پر
اچھی طرح ثابت ہو جاتا کہ سر سید کی راے نہایت مدلل اور مضبوط ہے
تو وہ اس کی مخالفت چھوڑ دیتے تھے اور اسکی حمایت اور تائید مین زبان
اور قلم کا زور صرف کرنے لگتے تھے۔
(۵) مرتے دم تک نواب محسن الملک کو مطالعہ کا شوق رہا انگریزی
اردو اور عربی کے بہت سے رسالے اور اخبار انکے پاس آیا کرتے تے اور ڈاک
کے آنے پر وہ نہایت سرگرمی کے ساتھ انکے دیکھنے مین مشغول ہو جاتے تھے۔
عربی۔ فارسی۔ اردو۔ اور انگریزی کی کتابون کا ایک کتب خانہ انکے
ساتھ رہتا تھا۔ رات کو پلنگ پر لیٹے کر وہ جس کتاب کو چاہتے مطالعہ
کرنے لگتے تے اور قابل یادداشت مقامات کا نشان اس کتاب کے
حاشیے پر کرتے جاتے تھے جب ساری کتاب دیکھ چکتے تو کتاب کے
اول میں تمام قابل یادداشت مقامات کے عنوان اپنے قلم سے لکھکر انکے
سامنے صفحات کے نمبر لکھدیا کرتے تھے اس عادت نے انکے معلومات
کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا تھا اور باقاعدہ یادداشت لکھنے کے سبب سے
وہ جس بات کو چاہتے بے تکلف اپنی تحریر یا تقریر مین لے آتے تھے۔
(۶) جن لوگون سے انکی جان پہچان اور ملاقات ہوتی تھی۔ انکے
ساتھ وہ ہمیشہ فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔ نہ حکام انکی نسبت سفارش
کرنے مین دریغ کرتے تھے اور نہ بذات خود مدد کرنے مین کوتاہی کرتے تھے
حیدرآباد مین سینکڑون آدمیون کو جو مختلف قوم اور مذہب کے تھے
انھون نے نوکر رکھوایا اور سینکڑون کے ساتھ اپنی ذات سے سلوک کیا
یہی سبب تھا کہ وہ جب حیدرآباد سے چلنے لگے تو ریلوے اسٹیشن پر کثرت سے

آدمی آئے تھے جو انکی جدائی کے رنج مین زار زار روتے تھے - حالانکہ یہہ نظارہ حیدرآباد سے قطع تعلق کرنے والون کے رخصت کے وقت کبھی نہین دیکھا گیا - فیاضی اور سخاوت انکی گھٹی مین پڑی ہوی تھی اور یہی وہ عمدہ عادت تھی جس کے سبب سے بے شمار آدمی انکے دام اخلاق مین ہمیشہ کیلئے اسیر ہوگئے تھے -

(۷) اپنے ماتحتون اور نوکرون کے ساتھہ نواب محسن الملک مرحوم کا برتاو وہی تھا جو مامون رشید کا تھا انکی عفو و تحمل کی عادت نے انکے نوکرون کو کسی قدر شوخ کردیا تھا - اور اکثر اوقات انکی شان کے خلاف گستاخی کر بیٹھتے تھے - مگر ممکن نہ تھا کہ وہ کسی نوکر کو اسکی گستاخی کی سزا دین - یا ہمیشہ کے لئے اس سے ناراض ہوجائین - نوکر انکی عادت سمجھتے تھے - اور اس لئے جب کبھی وہ کسی نوکر پر خفا ہوتے تو وہ اپنے تئین نہایت افسردہ اور رنجیدہ بنا لیتا تھا اس حالت مین نواب صاحب مرحوم اس نوکر سے اپنے برتاو کی معافی مانگتے تھے - اور بار بار مانگتے تھے - جب تک کہ وہ یہ نہ کہدے کہ اب مین آپسے راضی ہون -

(۸) قومی فائدے کے کامون مین انھون نے اپنا روپیہ بیدریغ صرف کیا اور ان کو مطلق خیال نہوا کہ اس کا انکے ذاتی اخراجات پر کیا اثر ہوگا سرسید مرحوم نے جب سے مدرسۃ العلوم قایم کیا وہ ہمیشہ بے مانگے اور انکی مانگ پر اپنے روپیہ سے مدرسہ کی امداد کرتے رہے سید مرحوم کی قومی فیاضی انکی شخصی فیاضی پر سبقت لے گئی تھی مگر نواب محسن الملک مین دونون قسم کی فیاضی موجود تھی -

(۹) نواب محسن الملک اپنے دشمنون اور مخالفون سے کبھی انتقام

نہ لیتے تھے نہ اس خیال کو اپنے دل میں آنے دیتے تھے وہ نہایت پاکیزہ نفس اور شریف خصلت بزرگ تھے کبھی انکے کسی مخالف یا دشمن کو یہ خیال نہیں آتا تھا کہ وہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہیں۔ سرسید مرحوم اور نواب صاحب مرحوم میں یہ خصلت یکسان درجہ کی تھی۔ دونون بزرگوں کے دل عداوت۔ حسد۔ کینہ۔ اور انتقام کے خیالات سے پاک و صاف رہتے تھے۔

(۱۰) وہ جو کام کرتے تھے اپنا فرض سمجھکر کرتے تھے اس خیال سے نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان سے خوش ہو یا لوگ انکی تعریف کریں اسی لئے وہ ہر کام کو بڑی محنت اور کوشش سے کرتے تھے۔

(۱۱) نواب محسن الملک نے کبھی اپنی تعریف پوشیدہ یا ظاہر اور تحریر یا تقریر میں نہیں کی وہ اپنے تئین قومی کامون میں ہمیشہ گمنام رکھنا چاہتے تھے مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ گمنام رہیں۔

تمام وہ انسان جو دوسرون کو فائدہ پہنچانے کی خاطر اپنی ہستی کو بھول جاتے ہیں اور اپنی شخصیت کو مٹانے پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ انکی ذات گمنام ہوجاوے اور انکا نام و نشان دنیا مین چاند و سورج بن کر نہ چمکے نواب محسن الملک کی اسی بے نام و نمود رہکر کام کرنے کی عادت نے اُن کو دنیاے اسلام مین مسلم الثبوت قومی لیڈر بنا دیا تھا۔

ابراہیم لنکن کا بچپن

لنکن کے ماں باپ

امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہیم لنکن کے باپ کا نام طامس لنکن اور ماں کا نام نینسی ہنکس تھا۔ ابراہیم لنکن کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں اُن سب میں لکھا ہوا ہے کہ ابراہیم لنکن کی ماں دماغی اور اخلاقی قوت میں اپنے شوہر سے کہیں بڑہی ہوئی تھی اگرچہ کہ اُسکے جسمانی قوی کمزور تھے اسکی صحت بھی اچھی نہ تھی اسکے ماں باپ اُسے بچپن ہی چھوڑکر مر گئے تھے اور اسکی پرورش ایک رشتہ دار کی فیاضی سے ہوئی تھی پھر بھی ابراہیم لنکن کی ماں نینسی ہنکس نے اعلی تعلیمی اور اخلاقی قابلیت حاصل کی ابراہیم لنکن اپنی ماں کی نسبت ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ "میں جو کچھ ہوں اور آئندہ ہونا چاہتا ہوں یہ سب میری فرشتہ خصلت ماں کا طفیل ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے" ابتدا میں تو اُس کے ماں باپ الزبتھ ٹاؤن میں رہا کرتے تھے۔ مگر ابراہیم لنکن کی پیدایش کے قریب الزبتھ ٹاؤن سے چودہ میل کے فاصلہ پر ہارڈن نامی مقام کو چلے گئے جہاں طامس لنکن کا کھیت تھا اور جہاں بہ نسبت الزبتھ ٹاؤن کے خرچ بھی کم ہوتا تھا۔

لنکن کی پیدایش

ہارڈن میں ۱۲۔ فروری سنہ ۱۸۰۹ع کو ایک چھوٹے سے ذلیل

مکان کے اندر جو انگھڑ لیٹھون کو گارے سے چینکر بنا لیا گیا تھا سو وہ شخص پیدا ہوا جو ایک روز اضلاع متحدہ امریکہ کی پریسیڈنسی سے معزز عہدہ پر پہنچا۔ اِسی مکان کا فرش مٹی کا تھا۔ صرف دروازہ اور ایک کھڑکی تھی۔ ایک آتش دان اور ایک دودکش تھا ابراہیم لنکن نہ صرف اضلاع متحدہ کا پریسیڈنٹ تھا۔ بلکہ ایک ملک کا نجات دلانے والا ایک سلطنت کا قائم کرنے والا اور ایک قوم کا بنانے والا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ یہ بات مشکل سے خیال مین آسکتی تھی کہ ایک ایسے ذلیل مکان مین پیدا ہونے والا بچہ ایک ایسے درجہ پر پہنچیگا جسکیلئے زندہ رہنے اور جسکیلئے مرجانے کی ہر انسان خواہش کر سکتا ہے۔ اُسکی والدین نے اس کا نام اسکے دادا کے نام پر ابراہیم لنکن رکھا۔ باوجودیکہ لنکن کا مکان ایسا بدحیثیت تھا۔ مگر وہان غریبانہ آرام باہمی محبت اور پدرانہ و مادرانہ شفقت کی کمی نہ تھی۔ ابراہیم لنکن کے مان باپ اور بہن بھائی آپس مین نہایت محبت کیا کرتے تھے۔ اُنکے مان باپ بچونکی ہر طرح نگرانی کرتے تھے۔ اور اُنکی آئندہ ترقی کی کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھتے تھے۔

ایک حادثہ

ابراہیم لنکن بچپن ہی سے مضبوط اور تندرست تھا۔ اور میدان مین اسکے لیے ورزش کا کافی سامان تھا۔ جس سے اُسکے ہاتھ پاؤن اور زیادہ مضبوط ہوئے اُسکے چند ساتھی بھی تھے جنکے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ ان مین سے ایک کا نام آسٹن گولاہر تھا جو لنکن کو ایک بار ڈوبنے

سے بچانے کا قصہ بیان کرتا تھا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ گولاہر اور اسکی مان اتوار
کے دن طامس لنکن کے گھر گئے گولاہر کی مان تو لنکن کی مان سے باتون
مین مصروف ہوگئی اُدھر ابراہیم لنکن اور اسٹن گولاہر نے شکار کا مشورہ کیا
اور دونون بندوقین لیکر تیتر کے شکار کے لئے چلے گئے وہ زمانہ برسات کا
تھا اور راستہ مین انھین ایک چشمہ کو عبور کرنا تھا جو بارش کی وجہ سے
بھرا چلرہا تھا۔ آدمیوں کے آنے جانے کے لئے چشمہ پر ایک لمبا لٹھا ایک
کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پڑا رہتا تھا جیپر سے لوگ چشمہ سے
پار اترجاتے تھے۔ جب لنکن اور گولاہر اُس لٹھے پر سے گذرنے لگے تو گولاہر
تو اتر گیا مگر لنکن کیا پاؤں پھسلا اور گولاہر کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چشمہ مین غوطے
کھانے لگا۔ گولاہر دوڑکر قریب سے ایک لمبا بانس لے آیا اور کنارہ پر سے اسے
لنکن کے پاس پہنچایا۔ لنکن نے جھپٹ بانس پکڑ لیا۔ اور اس طرح گولاہر نے اُسے
کنارہ پر کھینچ لیا۔ مگر کنارہ پر پہنچکر لنکن بیہوش ہوگیا۔ اگرچہ گولاہر گھبرا گیا تھا
مگر لنکن کو ہلا جلا کر اور سینہ وغیرہ لوٹ کر وہ ہوش مین لایا۔ اور جب گدلا پانی
جو لنکن پی گیا تھا۔ اُس کے پیٹ مین سے نکل گیا تو وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ مگر
اس خوف سے کہ اگر بھیگے کپڑے پہنے گھر پہنچے تو مار پڑے گی دونون نے
کپڑون کو اتار کر سوکھنے کے لئے پھیلا دیا۔ اور اُس انتظار مین بہت دیر تک
جنگل مین پڑے رہے۔

لنکن کی تعلیم

جب ابراہیم لنکن کچھ کم سات برس کا ہوا تو ایک شخص ذکریا ریمی وہان آگیا
اور اُس نے ایک اسکول کھول دیا ابراہیم لنکن ہی اُس کا شاگرد ہوگیا

جس مکان میں مدرسہ کھولا گیا تھا وہ ایک بھونڈا مکان تھا جس میں ہوا کے لئے ایک کھڑکی بھی نہیں تھی۔ فرش کچّا تھا۔ اُستاد خود بھی زمین پر بیٹھتا تھا۔ اور اسکے تمام شاگرد بھی زمین پر بیٹھتے تھے۔ ذکریا بنی پڑھا لکھا بھی معمولی تھا۔ مگر ابراہیم لنکن نے پہلے سے اپنی ماں سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اور لکھنے پڑھنے کا بہت شایق تھا۔ اور پریسیڈنٹ ہو جانے کے بعد وہ قصہ بیان کرتا تھا کہ "بچپن میں میری ماں مجھے یا میرے کسی بہن بھائی کو اپنے گھٹنے پر بٹھا لیتی۔ اور کتاب میں سے کوئی قصہ پڑھوایا کرتی یا خود پڑھکر سنایا کرتی تھی" لنکن اسکول میں بہت تیز طالب علم سمجھا جاتا تھا۔ وہ لکھنے کا خاص طور پر شوقین تھا۔ کاغذ نہ ملتا یا گھر سے باہر ہوتا تو کوئلہ لے کر زمین پر یا برف ہی پر لکھتا غرض جہاں جیسے جس پر لکھنا ممکن ہو سکتا تھا اسکے لئے کاغذ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ میں کاغذ اتنا افراط سے بھی نہ تھا جیسا کہ اب ہے۔ ایک اور ذریعہ جس سے لنکن کی تعلیم کو فائدہ پہنچا یہ تھا کہ جو پادری یہاں آتے اور وعظ کہتے تھے انکی تقریریں لنکن بڑی غور و توجہ سے سنا کرتا تھا۔ اور اگرچہ ان سے لنکن کو علمی فائدہ بہت کم پہنچا۔ مگر عام جلسوں میں تقریر کرنے کا شوق اسی سے پیدا ہوا۔ جب لنکن کسی واعظ کا وعظ سن لیتا تو اسکول آکر اپنے ساتھیوں کو اپنے گرد جمع کرکے واعظ کی نقل کیا کرتا تھا لنکن جو کچھ پڑھ لیتا تھا اُسے بھولتا نہ تھا بلکہ ہمیشہ اُسمیں اضافہ کرتا تھا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ اسکے مطالعہ میں رہتی تھی۔

نقل مکان

ابراہیم لنکن آٹھ سال کا تھا کہ اسکے والدین ہارڈین ٹاؤن سے انڈیا

بانا اور اسمین عملی حصہ لیتا تھا۔ مگر شکار کا اُسے مطلق شوق نہ تھا اُسی اسپیچ
دینے اور سننے کا نہایت شوق تھا اور عدالتون مین جاکر وکیلون کی تقریر سنا
کرتا تھا۔ وہ تمباکو اور ہر قسم کی چیزون سے سخت نفرت رکھتا تھا۔ ابراہیم لنکن کا
خط بہت اچھا تھا ایک بار ایک لڑکے نے ابراہیم لنکن کا خط دیکھکر فرمایش کی کہ
کچھہ لکھہ دیجیے تاکہ مین اُسکی مشق کرون ابراہیم نے یہہ شعر لکھہ دیا۔

Good boys who to their books apply
will all be great men by and by

اس شعر کا ترجمہ یہہ ہے:

کتابون مین جو غرق ہین رات دن
ہونگے بڑے بن کے وہ ایک دن

ابراہیم لنکن نے ۱۴۔ اپریل ۱۸۶۵ء کو فورڈ تھیٹر واشنگٹن مین ایک ایکٹر
کے ہاتھہ سے زخمی ہوکر ۱۵۔ اپریل کو انتقال کیا۔

ابراہیم لنکن کی زندگی تمام بڑے بڑے آدمیون کی زندگی کیطرح مثل کتاب
کے ہے۔ جنکے ورقون سے ہم یہ سبق حاصل کرسکتے ہین کہ ہماری زندگی مین
جس قسم کے موقعے ہمین حاصل ہون ہم اُن کا بہترین استعمال کرین اور
اس بات کا یقین رکھین کہ مفید اور کامیاب زندگی کے راستہ مین جو تنگ
و تاریک غار حائل ہین اُنھین ہم محنت اور استقلال کے ذریعہ سے عبور کرسکتے ہین

مسٹر جیمس واٹ

(جو دخانی انجن کا موجد تھا)

مسٹر جیمس واٹ کی سوانح عمری سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک بچے کے خیالات سے ایسے ایسے نتیجے نکلتے ہیں جو دنیا کے لئے بہت ہی کارآمد ہوتے ہیں کہتے ہیں اور غالباً یہ صحیح ہے) کہ روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے جس کا بچپنے میں لڑکے کے دل پر اثر ہوتا تھا اسکا اس چیز کے جاننے مطالعہ کرنے اور آخر اُس کی تکمیل کرنے کی خواہش ہوئی جو انسانی ضرورت اور ترقی کی وجہ سے دخانی طاقت کی سائنس کہی جاسکتی ہے اسکی نسبت یوں لکھا ہوا ہے کہ قدرتی طور پر اس کا میلان خاطر یہ تھا کہ وہ پیش آنے والی باتوں پر غور کیا کرتا تھا جس سے کم سمجھ دیکھنے والوں کو وہ گُھنّا معلوم پڑتا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے اس کا باپ عقلمند تھا اور اسکو اپنے بیٹے کی ترقی کن قابلیتوں سے بڑی بڑی امیدیں تھیں دور کے یا کم سمجھ رشتہ داروں کو ایسی امیدیں نہ تھیں ایک دن اس لڑکے کی پھوپی مسز میور ہیڈ صاحبہ نے اُسکی ظاہرا مردہ دلی اور کاہلی پر بہت سست کہا اور اسکو کتابوں سے فائدہ اُٹھانے کی ہدایت کی اُسنے یہ بھی کہا کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو چکا اور تم نے زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تمکو معلوم ہے کہ تم اتنی دیر کیا کرتے رہے؟ تم چاء کی دیگچی کا ڈھکن اُتارتے اور رکھتے رہے ہو۔ تم بھاپ کے اوپر چمچے اور طشتریاں اور چمچے دہرتے رہے ہو اور بھاپ سے جو قطرے اُن پر بن گئے انکو پکڑنے کی کوشش کرتے

نامی اسپنسر کونٹی کے مقام جنٹری ول کو چلے گئے اور وہان جا کر ایک سنسان بے شجر جگہ آباد ہوے ایک چھوٹا سا مکان بنایا جو ایک طرف سے بالکل کھلا ہوا تھا۔ اس طرف بانسون پر کھالین تان کر ہوا کیچاؤ کر لیا گیا تھا۔ پھر بھی ہوا اور بارش کی پوری روک نہین ہوتی تھی یہان لنکن کو مکان وغیرہ درست کرنے کے لئے لکڑیان بہت کاٹنی پڑتی تھین۔ اور اس وجہ سے ہر وقت اسکے ہاتھ مین کلھاڑی لگی رہتی تھی۔ اسطرح سال بھر بعد طامس لنکن اور ابراہیم لنکن نے ذرا زیادہ آرام کا مکان بنا لیا۔ اس مکان مین جو کمرہ لنکن کے سونے کا تھا اسمین سوکھے پتون کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لنکن کی عمر اسوقت اگرچہ صرف نو سال کی تھی۔ مگر درخت کاٹنے مکان بنانے ہل جوتنے غرض ہر کام مین وہ اپنے باپ کو مدد دیتا تھا۔

حلیہ

ابراہیم لنکن بچپن مین اپنی عمر کے لحاظ سے بہت لمبا اور مضبوط تھا اور اسلئے طامس لنکن اُس سے بخوبی مدد لے سکتا تھا۔ چہرہ مہرا لنکن کا کچھ دلکش نہ تھا بڑھتا بہت جلد جلد تھا۔ اس کی ٹانگین جسم کی مناسبت سے زیادہ لمبی تھین وہ اپنی مان کی بنائی ہوئی سوکاسن (تسمہ دار جوتہ) پہنے رہتا تھا۔ شکار مین پہننے کے لیے اُس نے ہرن کی کھال کا کوٹ پتلون بنا رکھا تھا۔

سوتیلی مان

جب ابراہیم لنکن دس سال کا ہوا تو اسکی مان کا انتقال ہو گیا سال بھر کے اندر طامس لنکن نے دوسری شادی کی۔ طامس لنکن کی یہ بیوی بیوہ تھی اور تین بچے پہلے شوہر سے تھے جو اپنی مان کے ساتھ آئے۔ جب

ی مسز لنکن گھر آئی تو خاندان کی ذرا آرام سے بسر ہونے لگی۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ گھر گرستی کے سامان کی ایک کافی مقدار لائی تھی۔ اور ہر طرح کفایت شعار سلیقہ مند اور محنتی تھی اور ابراہیم لنکن اسکی بہن کو اپنی ہی بچون کے برابر پیار کرتی تھی۔

محنت مزدوری اور لوگون کی خدمت

جس روز گھر مین کچھہ کام نہ ہوتا تھا تو ابراہیم لنکن اور لوگونکی محنت مزدوری کرنے چلا جاتا تھا اور اُس سے اتنا کما لاتا تھا کہ گھر کا ایک روز کا خرچ بخوبی چل جاتا تھا۔ لنکن پڑوسیون کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا جس سے ہر شخص اُس سے محبت کرتا تھا۔ کچھہ نہ ہوتا تو قصے ہی سنا سنا کر لوگون کے دل بھلایا کرتا تھا

مطالعہ کا شوق

ایسی مصروفیتون کے باوجود لنکن پڑہنے کے لئے وقت نکالا کرتا تھا کتاب مین جو بات اُسے پسند آجاتی اُسکو وہ کاغذ اور اگر کاغذ نہ ملتا تو لکڑی کے تختہ ہی پر لکھہ لیتا اور اُسے حفظ یاد کر لیتا تھا چودہ سال کی عمر مین لنکن پھر مدرسے مین داخل ہوا۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے لئے کہتے ہین کہ پچاس پچاس میل کے دور مین جتنی کتابین تھین وہ اُسنے سب پڑھی تھین ۱۷ سال کی عمر مین وہ ایک بار پھر اسکول مین بیٹھا مگر سال بھر کے بعد پھر اٹھ گیا۔ ابراہیم لنکن جو کچھہ پڑہتا تھا اس کی تہ تک کو پہنچنا چاہتا تھا۔ اور اسی لئے تھوڑے دن ہی اسکول مین رہنا اسکے لئے فائدہ مند ہی ہوتا تھا۔

متفرق حالات

ابراہیم لنکن پڑوس مین جتنے تماشے کھیل ہوتے تھے انھین دیکھنے

رہے ہو۔ کیا یہ شرم کی بات نہین ہے کہ تم اپنا وقت اس طرح ضایع کرتے ہو" مسز میور ہیڈ نا واقف تھی کہ یہ اُس ایجاد کی بڑی ترقی مین پہلا تجربہ تھا جس سے اُسکے بھانجے کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اُسنے اُس وقت جیسا کہ اب سمجھتے ہین یہ نہین سمجھا تھا کہ چھوٹا لڑکا جو چاہ کی دیگچی سے کھیل رہا تھا ایک بڑا انجینیر ہوگا اور یہ اسکی ان ایجادون کی شروعات تھی جنس سے انسان کو ایسے بڑے فائدے ہون گے۔

واٹ ملک اسکاٹ لینڈ کے مقام گرینوک مین ۱۹ جنوری سنہ ۱۷۳۶ع کو پیدا ہوا تھا اس کا باپ اس شہر مین سوداگر اور مجسٹریٹ تھا۔ واٹ گرینوک کے مدرسے مین گیا مگر چونکہ وہ کمزور تھا اسکے والدین اسکے باقاعدہ طالب علمی پر مصر نہ ہوتے تھے مگر واٹ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ وہ ان گھنٹون کو جو مدرسہ مین صرف نہ ہوتے تھے ضایع کرتا۔ وہ گھر پر بڑی محنت سے مطالعہ کیا کرتا تھا کہ اسکی کمزوری سے اسکی تعلیم مین ہرج واقع نہ ہو۔ ڈاکٹر لارڈنر صاحب فرماتے ہین کہ" اس کے باپ نے اپنے بیٹے کا میلان خاطر دیکھکر ایک مجموعہ اوزار ان کا اسکو دیدیا کہ وہ ان سے کام لے۔ ان کو اس نے بڑی عمدگی سے استعمال کرنا سیکھ لیا۔ بچون کے کھلونے جو اسکو ملجاتے تھے وہ انکے ٹکڑے علیحدہ کیا کرتا تھا۔ اور ان کو جوڑا کرتا تھا اور نئے کھلونے بھی بنایا کرتا تھا۔ آخرش اس نے اپنے اوزارون سے برقی کل بنائی اور اس سے جو چنگاریان نکلی تھین وہ اس غریب بچے کیساتھ کھیلنے والون کو کے لئے دلگی کا بڑا ذریعہ تھین"

جب واٹ اٹھارہ سال کا ہوا تو وہ لندن بھیجا گیا کہ ایک علم ریاضی کے آلات بنانے والے کی شاگردی کرے۔ مگر ایک

ہی سال کے اندر اسکی صحت نے اسکو اسکاٹ لینڈ واپس آنے کو مجبور کیا۔
اور اس نے اس پیشہ مین اور زیادہ تعلیم نہین پائی۔ تاہم اس سے گلاسگو
مین رہنے کیلئے کہا گیا۔ اور تھوڑے ہی دن کے بعد ۱۷۵۷ء مین وہ گلاسگو
یونیورسٹی مین علم ریاضی کے آلات بنانے والے کی آسامی پر مقرر کیا گیا۔ یہان وہ
سب مشاہیر کی صحبت مین خوش رہتا تھا۔ اور اسکی دوکان پروفیسرون اور
طالب علمون کا مرجع بنگئی تھی۔ طلبا مین سے ایک مسٹر رابنسن تھا یہ بڑا لائق شخص
تھا اور بعد مین ڈاکٹر رابینسن مشہور ہوا۔ اور اسکو ہی واٹ صاحب کے دماغی
خیالات کا تجربہ کرنا تھا۔ اس جنٹلمین نے واٹ صاحب کی سوانح عمری کے
دیباچہ مین یون لکھا ہے کہ "مین نے واٹ صاحب کو کاریگر دیکھا اور اسکی
بڑھنے کی امید نہ کی۔ مگر مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ وہ مثل میرے ایک نوجوان
فیلسوف ہے اور اُس مین اُسنے ہمیشہ مجھے تعلیم دی۔ مجھے اس بات کا
فخر تھا کہ مین فلسفہ مین جسکا مطالعہ مجھے نہایت دل پسند تھا بہت قابل ہون
مگر مجھے یہ معلوم کرکے بڑی حیرت ہوئی کہ مسٹر واٹ اس مین مجھسے بہی زیادہ
قابل ہے۔ جب کبھی نوجوان طالب علمونکو کوئی دقت پیش آتی تو ہم سب
مسٹر واٹ کے پاس جاتے۔ اسکو صرف طیار ہونے کی ضرورت ہوتی تھی
کیونکہ وہ ہر بات کو اس طرح کیا کرتا کہ گویا کسی نئی اور مشکل کتاب کا شروع
سے مطالعہ کر رہا ہو اور ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اسکو اس وقت چھوڑتا تھا
جب اس کا نتیجہ یا مطلب نکال لیتا تھا یا اسمین کچھہ نہ کچھہ
مطلب پیدا کر لیتا تھا۔

مگر واٹ صاحب کو ملازمت بہت سودمند نہوئی اس نے اس کو
۱۷۶۳ء مین ترک کردیا اور جنرل انجنیر کا پیشہ اختیار کیا اس نئے کام مین اسکو

بہت کامیابی ہوئی۔ لیکن اپنی تمام کامیابیون مین وہ ایک مدعا پر چپ چاپ کام کر رہا تھا۔ جو اسکے خیالات کے واسطے شایان تھا۔ اسکے دوست مسٹر رابیین کے خیالات نے اس سے کچھ پہلے اس کا خیال بار بار اس طرف پھیرا کہ بھاپ کو علم ہندسہ کی دیکل کیطرح پیچھہ دار گاڑیون کے چلانے مین استعمال کیا جائے۔ شاید ہمارے بعض ناظرین واقف ہونگے کہ بھاپ کی طاقت اور اس کا علم ریاضی کے کامون مین استعمال کیا جانا بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ سنہ ۱۶۹۸ع مین کپتان ٹامسن سیوزی نے کانون مین جمع شدہ پانی کو باہر نکالنے کے لئے ایک دخانی کل ایجاد کی۔

جب مسٹر واٹ ایک مضمون پر غور کر رہا تھا ایک چھوٹا سا نمونہ سینو کوسن صاحب کے انجن کا جو کہ گلاسگو کالج مین استعمال کیا جاتا تھا بگڑ گیا اسکے پاس مرمت کے لئے بھیجا گیا اس نے بہت جلد اس انجن کے علم ریاضی کے متعلق نقایص کو معلوم کر لیا اور پھر پہلے سے زیادہ محنت کے ساتھ کام کرنے لگا۔ لیکن کیا ہمارے ناظرین دخانی جہاز کے اصول سے ناواقف ہین ہم اسکو مختصر الفاظ مین بیان کرنے کی کوشش کرینگے اول سنو یہ بات ہوئی ہے کہ ایک پائنٹ (قریب آدھ سیر کے) پانی حرارت سے کھول کر دو سولہ سولہ گیلن اسٹیم بھاپ بنجاتا ہے اسلئے اتنی بھاپ کی جتنی ایک گیلن کے برتن مین اسکتی ہے۔ سردی کے زور یا استعمال سے ایک پائنٹ پانی کے دو سو سولہوین حصہ مین تفریق ہو سکتی ہے آداب ہم اپنے دوست کے پاپ گن کو بطور مثال لین۔ آؤ ہم پاپ گن کی تعریف کرین اور نالی کو بیلن سمجھین اور دستہ کو گز یا ڈنڈا سمجھین۔ فرض کر لو کہ ذرا سی بھاپ بیلن کی تلی یا پاپ گن مین چھوڑ دو اور دستہ کو ڈنڈے کو

اس مین رہنے دو اور بھاپ بڑھتی ہے اور دستہ اسیر جاتا ہے اب سردی پہنچانے سے بھاپ پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے ہو جاتی ہے اور دستہ بڑی تیزی اور بھاری پن سے نیچے گر جاتا ہے کیونکہ بھاپ سے ہوا بند ہو جاتی ہے اس مین اسکے مقابلہ کرنے کی بھی طاقت نہین رہتی یس اوپر اور نیچے والی حرکت کو جس قدر تم چاہو کر سکتے ہو۔ روڈ (چھڑی یا ڈنڈے) اور کرینک (موڑ یا پیچ) کے زور سے اس اوپر نیچے والی حرکت کے سبب پہیہ یا ڈنڈا اتنی یعنے دستہ آسانی سے گھوم سکتا ہے اور دخانی کل کا یہی اصول ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ جب نیوکوس صاحب کے انجن کے بیلن مین بھاپ بھری ہوئی تھی اور جب ڈنڈا یا دستہ اوپر کو اٹھا ہوا ہوتا تھا تو تھوڑا سرد پانی بیلن مین چلا جاتا تھا اور دراصل بھاپ منجمد ہو جاتی تھی اور ڈنڈا یا دستہ نیچے گر جاتا تھا۔ مگر اس مین یہ نقصان ہوتا تھا کہ سرد پانی نہ صرف بھاپ بلکہ بیلن کو بھی ٹھنڈا کر دیتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برتن کو بھی پھر گرم کرنا پڑتا تھا قبل اسکے کہ بھاپ بحیثیت بھاپ اسمین باقی رہجائے واٹ صاحب نے دیکھا کہ جتنی لکڑی جلنی چاہیئے تھی اسکی چوگنی صرف ہوتی تھی۔ یا یون کہئے کہ ۳/۴ حصہ لکڑی کا بیلن کو ہر مرتبہ پانی سے ٹھنڈا کر دینے کے بعد گرم کرنے مین ضایع ہو جاتا تھا واٹ صاحب نے بڑی غور و فکر سے اس نقص کو دور کیا اس کی سمجھہ مین یون آیا کہ انجماد کے واسطے بھاپ دستہ کو اٹھا کر نکالی جائے اسواسطے اس نے بیلن کے پاس ایک کنڈنسر (وہ برتن جس کی مدد سے انجماد کا کام چلسکے) لگایا جس مین استعمال شدہ بھاپ فوراً چلی

جاتی ہتی۔ اور دستہ بدستور سابق نیچے گر جاتا تھا۔ اس طرح بیلن پر ستوا نگرم
رہتا تھا اور اس سے معلوم ہوا جس قدر بھاپ بیلن کو بھرنے کے لیے درکار ہوتی
تھی وہ صرف ایک چوتھائی لکڑی سے بن جاتی تھی۔

مسٹر جیمس واٹ نے پہلے بڑی ترقی یا اصلاح کی۔ اس کے بعد دوسرے
کا نمبر آیا اسکی سمجھ مین آیا کہ اگر بھاپ کے بیلن کی تلی مین داخل ہونے سے دستہ اوپر
کو اٹھ جاتا ہے تو اوس کی چوٹی یا اوپر کے حصہ مین داخل ہونے سے بجائے
اس کے کہ دستہ نیچے کو گرایا جائے نیچے کیطرف چلا جائیگا ایسا کرنے سے انجن کی
طاقت قریب دوگنی کے ہو جائیگی۔ اور کام بہت باقاعدہ ہوگا یہ نہایت ضروری
کام جب ایک دفعہ سمجھ مین آگیا تو بہت جلد انجام کو پہنچ گیا بائیلر مین سے
ایک نل بیلن کی چوٹی مین بھاپ لیجانے کے لئے لگادو۔ اور ایک اور نل اس
مین سے کنڈیت کی طرف بھاپ کو منجمد کرنے کے لئے اُن سے اُس کو مکمل
اور کار آمد حکمت اور ایجادون سے آراستہ کردیا یہ ایجادین خاص کل کے
اس حصہ مین ہوئین جسکو گورنر کہتے ہین۔ وہ ایک گردش کرنے والا ہے
اور اسکی چوٹی پر سے دو شاخین بشکل انگریزی حروف اے (A)
یا کھلے ہوئے چمٹے کی آتی ہین جسکے دونون سرون پر دو ثقیل کی گیند یا گولیان
ہین یہ اس طرح پر وضع کیا گیا ہے کہ جسقدر تیز انجن یا کل چلیگی اسی قدر دونون
گولے ایک دوسرے سے دور رہین گے ورنہ پاس پاس۔ تاکہ انجن یا کل
چلانے والا ہر وقت ایک نگاہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ انجن یا کل زیادہ تیز
جارہی یا زیادہ آہستہ۔ لیکن واٹ صاحب نے اسی پر اکتفا نہین کیا۔
اس نے چاہا کہ خود انجن اپنا کام کرے اور خود اپنا گورنر ہو اور اسنے یہ بات
زیادہ کی کہ چونکہ انجن کی تیز رفتاری کے سبب یہ دونون گولے ایک

دوسرے سے دور رہتے ہین وہ ایک چھڑی یا ڈنڈے سے ملا دے جائین
تاکہ بیلن مین تھوڑی سی بھاپ جانے سے رک جائے اور اسی طرح
انجن کا فعل کم ہوجائے یعنی ضروری اندازہ کے موافق ہوجائے ۔
پھر واٹ صاحب نے بوئیلر مین ایک معقول ذخیرہ پانی کا جمع
کیا ۔ جب پانی صرف ہوجاتا ہے تو یہہ گہرائی نیچے اسکی سطح مین چلی جاتی ہے
اور جب وہ ایک خاص گہرائی پر پہنچ جاتی ہے تو ایک ڈھکن کھل جاتا ہے
اور زیادہ پانی اسکے اندر آجاتا ہے الغرض اسی طرح اُس نے اس کے تمام
حصوں مین اصلاح کی واٹ صاحب کو معلوم ہوا کہ دخانی کل ایک بھدی شکل
کی مشین ہے جتنی لکڑی خرچ ہونی چاہئے اُس سے چارگنی خرچ ہوتی
ہے کام اچھا نہین دیتی اور کل دنیا مین سوائے پانی نکالنے کے اور کسی کام مین
نہین آتی مگر اُس نے اوس کو انسانی عقل کی بہت عمدہ مثال بنا کر چھوڑا
جو بہت ہی سستی ۔ بہت طاقتور اور بہت جلکی کام کرنے والی ہے ۔
جب وہ اسکو بنا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ کب وہ تیز چل سکتی ہے ۔ اور کب
آہستہ ۔ اور ایسا کیا کہ وہ دونون باتون کا خود علاج کرسکے وہ
اپنا پانی خود نکالے اور پانی کا ذخیرہ درست رکھے ۔ وہ جتنی بھاپ درکار ہے
اُس سے زیادہ نہ لے وہ جتنی لکڑی آگ مین جلتی ہے اس کا بھی انتظام
کرے وہ اپنے ڈھکنون کو بڑی درستی سے بند کرے اور کھولے ۔ اگر ہوا
کسی ایسے مقام مین داخل ہوجاے جہان اسکی ضرورت نہو تو وہ اسکو نکالدے
اور جب اسمین کوئی ایسی خرابی واقع ہوجاے جس کا وہ خود علاج یا
اصلاح نکرسکے تو وہ ایک گھنٹی بجاکر اُس سے خادمون کو مطلع کردے
اور بقول ڈاکٹر ارنٹ صاحب باوجود اس چھہ سو گھوڑدورن کی طاقت کے

سکے ساتھہ کام کرنے کے اسکو ایک بچہ چلا سکتا ہے اسکی غذا کوئلہ - لکڑیان یا
اور جلنے والی چیزین ہین - جب بیکار کھڑی رہتی ہے کچھہ بھی نہین کھاتی - وہ نہ تو
تھکتی ہے اور نہ اسکو کبھی سونے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اچھی طرح
بنی ہوئی یا درست ہوتی ہے بیمار نہین ہوتی - لیکن وہ جب عمر رسیدہ ہو کر یا
کام کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو کام کرنے سے انکار کر دیتی ہے وہ ہر موسم
مین کام دیسکتی ہے اور ہر قسم کا کام کر سکتی ہے - وہ پانی نکالنے - کان
کھودنے - سلائی - روئی کاتنے - جولاہے - چکی والے - چھاپنے والے
خرادی - اور لوہار کا - القصہ یہ کہ اور بیچاسون کام کرسکتی ہے جن مین ایک
کام سوزن کاری کا ہے وہ کھود سکتی اور دھاتون کے ڈھیلون کو موم کیطرح
توڑ یا پیس سکتی ہے - اور بلا توڑے ہوے لکڑی کے چھلے کی مانند باریک سوت
نکال سکتی - اور لڑائی کے جہاز کو کھلونے کیطرح ہوا مین اٹھا سکتی ہے
وہ چھینٹین چھاپ سکتی - یا ململ پر ڈوری لگا سکتی - لنگر بنا سکتی - اور فولاد کے
کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کر سکتی اور آندہی اور پانی کے طوفان کے خلاف
بھرے ہوے جہازون کو چلاتی ہے اور ایک دخانی گھوڑے کی حیثیت سے
سینکڑون ٹن وزنی سوداگری کا اسباب یا سپاہیون کی فوج لیکر
تیز سے تیز ہرن سے بھی زیادہ دوڑ سکتی ہے -

مسٹر واٹ ایسا آدمی تھا جس نے دخانی کل کو ان کامون
کے کرنے کے قابل بنا دیا اور انسان کی نسل کیساتھہ ایسا بڑا سلوک
کیا جو بڑے بڑے بادشاہ نے بھی کبھی نہ کیا ہوگا افلاس کی وجہ سے
اسکو اپنی ایجادون کو رواج دینے مین دقت پیش آئی - لیکن مسٹر بولٹن مشہور لوہار
اور انجنیر کے ساتھہ شراکت کرنے سے اسکے ہاتھہ ایک ذریعہ لگ گیا اور

جلد دونون شخص دولتمند ہو گئے - اول انھون نے کان والے کے لئے ایک انجن بنایا اور لکڑی کی بچت کی ایک تھائی اُس کا سودا کر دیا - اب یہ بچت جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین کل کا ⅔ تھا - اور اُس سے اچھی آمدنی ہوئی - جس کا یہ ثبوت ہے کہ کارنوال کی چیس واٹر مائنس (دکان کا نام ہے) مین مسٹر واٹ اور مسٹر بولٹن کے تین انجن کام کرتے تھے ان پر سے جتنی بچی ہوئی لکڑی ان موجدون کے حصہ مین آئی اسکی آمدنی فی انجن بحساب ۸۰۰ پونڈ سالانہ تھے اس غرض کیواسطے کہ کوئی جھگڑا اس قسم کا نہ ہو - کہ واٹ صاحب کے انجن مین کتنی لکڑی صرف ہوئی اُسنے ایک آلہ بنایا جو ہر ایک ہنڈرویٹ کو لکہ کو جو آگ مین ڈالا جاتا تھا - لکھ لیتا تھا -

باوجودیکہ مسٹر واٹ کی تندرستی اعلےٰ درجہ کی نہ تھی وہ بہت دن زندہ رہا اسکو اپنی لیاقت کا اور محنت کا پھل ملگیا - دولت بھی ملی عزت بھی ملی - وہ چوراسی برس کا ہوکر ماہ اگست ۱۹ سنہ ... مین مرا - اگرچہ وہ خاص کر بڑا بھاری انجنیر تھا - مگر اور بہت سے علوم مین بھی طاق تھا - اسکے پاس مختلف علوم کا بڑا ذخیرہ تھا - اُس نے بڑے شوق سے حالات سلف کی بہت سی شاخون - فلسفہ - عقلی - علم ادویہ - علم صرف کو سیکھا تھا - اور حسن عمارت علم موسیقی - اور قانون مین بھی کمال رکھتا تھا - وہ زمانہ حال کی بہت سی زبانون سے خوب واقف تھا - اور جسمین فلسفیون اور شاعرون کی خاص اور صاف پر گھنٹون عالمانہ تقریر کر سکتا تھا -

وائی کاونٹ فرڈینیڈ ڈی لیسیپس اور نہر سویز

فرڈینیڈ ڈی لیسیپس ۱۹۔ نومبر ۱۸۰۵ء کو بمقام ورسیلز (فرانس) پیدا ہوا ہر چند کہ وہ پیشہ کا انجنیر تھا مگر وہ بہت سے یوروپین اور مشرقی ممالک مین قونصل کے منصب پر مامور رہا۔ لیکن خاکنائے سویز مین ہو کر ایک نہر نکالنے کی تجویز اور اس تجویز کی کامیابی کے ساتھ تکمیل اسکی خاص شہرت کا موجب ہوئی۔ جب ۱۸۵۴ء مین وہ مصر مین اپنے سابق شاگرد خدیو سعید پادشاہ سے ملنے گیا تو اس نے اس سے اپنی تجویز بیان کی اور سعید پادشاہ نے یہ دیکھکر کہ تجویز مفید ہے۔ یم۔ ڈی۔ لیسیپس سے کہا کہ اسکے متعلق مفصل کیفیت تیار کرے۔ چنانچہ اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور تجویز کو مکمل کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ یہ نہر ۱۸۵۹ء مین بالکل مکمل ہو جائیگی۔ اور اس مین ۶ لاکھ پونڈ خرچ پڑے گا۔ لیکن دراصل نہر کا ۱۸۶۴ء مین افتتاح ہوا۔ اور اسپر کل لاگت ۱۶ لاکھ پونڈ آئی۔

نہر کی کھدوائی وغیرہ کے لئے بیشمار آدمیون کی ضرورت پڑی۔ اور عرب۔ حبشی۔ اہل سلیسہ اور یونانی نفر کے کامون پر لگائے گئے تھے اور دخانی جال اور دیگر طاقت کی بڑی کلون سے کام لیا گیا۔ نہر کے بہت سے حصے تو آسانی کے ساتھ بن گئے۔ لیکن بعض مقامات پر کھدائی کے کام مین بہت زیادہ محنت کرنی پڑی۔ چنانچہ ایک جگہہ مزدورون کو ایک راستہ ۹۰ فٹ گہرا۔ اور ۲۰۰ فٹ چوڑا سخت پتھر کی چٹان مین سے ہو کر نکالنا پڑا۔

نہر کا طول کوئی ۱۰۰ میل ہے۔ اور بندر سعید اس نہر میں بحر روم میں سے داخل ہونے کے لئے دروازہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ وہاں قرب ساحل کی نسبت پانی زیادہ گہرا ہے۔ بندر سعید اسوقت جو ایک نہایت بارونق شہر اور عظیم الشان بندر ہے نہر سویز کے کھلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤن آباد ہوا تھا۔ یہ شہر ان تنگ خاکناؤن میں سے ایک پر واقعہ ہے جو جھیل منزلیہ کو سمندر سے جدا کرتی ہے۔ اس کا آباد کرنا بھی ۱۸۵۹ء میں شہر کے ساتھ ساتھ شروع کیا گیا تھا۔

پورٹ سعید میں ایک بندرگاہ ذرا باہر کیطرف ہے جو لیسے دیگر بندوں پر بنایا گیا۔ جو سمندر میں ذرا دور تک گھستے چلے گئے ہین اور ان مین سے ہر ایک کے سرے پر ایک لائٹ ہوس (روشنی کی مینار) ہے۔ اندرونی بندرگاہ کے دروازے کے نزدیک ایک اور بلند لائٹ ہوس ہے جو کنکریٹ اور لوہے سے بنایا گیا ہے اس جگہ ایک بڑی اور زبردست تیز روشنی نمودار ہوتی ہے۔

پورٹ سعید مین مکانات مصر کی طرز کے ہین جن کی چھتین ڈھلوان ہین ان مین سے بعض لکڑی کے جھونپڑے ہین جو ان چیزون سے بنائے گئے تھے جو فرانس سے لائی گئی تھین۔ باقی مکانات پختہ اینٹ کے ہین۔

آبادی مختلف اقوام کی ہے۔ اور شہر کا نام سعید پاشا نائب وائسرائے کے نام پر ہے۔ جنھون نے نہر سویز کا کھدوانا منظور کیا تھا ۱۰۔ نومبر ۱۸۶۹ء کو نہر کا باقاعدہ طور پر افتتاح کیا گیا اسوقت پورٹ سعید مین ایک عظیم جشن منایا گیا۔ جس مین کئی یورپین

بادشاہون کے عزیز اور یورپ کے مشہور اشخاص شامل ہوے اور جہازون کے ایک عالیشان بیڑے کا جلوس جس مین ۴۰ جہاز تھے اسماعیلیہ کی طرف روانہ ہوا۔

بریگرڈ

بشن گئے چند ہی دن بعد۔ ایم۔ ڈی لیسپس میڈم ادڑی کے ساتھ شادی کی۔ ڈی لیسپس کو بہت سے تمغے اور خطاب دیے گئے۔ نہر سویز کے افتتاح کے بعد ڈی لیسپس نے خاکنا پاناما کو جو شمالی اور جنوبی امریکہ کو ملاتی ہے کاٹ کر ایک نہر نکالنے کا کام شروع کیا۔ مگر یہہ کام بہت ہی زیادہ مشکل تھا کیونکہ خاکنا پاناما بالکل چٹانی اور ٹھوس زمین ہے اسکے علاوہ کچھ اور بھی بد انتظامیان ہوئین جن مین ایم۔ ڈی۔ لیسپس کی بہت بدنامی ہوئی بلکہ وہ قید بھی ہو گیا۔ اور وہ عالم پیری مین نہایت دل شکستہ ہو کر مرا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے جو کامیابی نہر سویز کے کھودنے مین ہوئی ہے وہ بجاے خود اتنی عظیم الشان اور اتنی عجیب ہے کہ دنیا ہمیشہ تک اس کا نام عزت سے لیا کرے گی۔ اور اس نے ہمیشہ کے لیے دنیا کے نامور لوگوں کی فہرست مین اپنا نام بہت بلند جگہہ پر لفظوں مین لکھوا دیا۔

جو لوگ ہندوستان سے یورپ کو جاتے ہین اور یورپ سے ہندوستان کو آتے ہین وہ اس عظیم الشان ردیئن بت کو نہایت تعجب سے دیکھتے ہین۔ جو پورٹ سعید مین عین سمندر کے کنارے پر ایک بلند ستون پر نہایت شان و شوکت سے کھڑا ہوا ناراض سمندر کی اُن لہرون کو حقارت کی نظر سے دیکھہ رہا ہے جو شب و روز اسکے پاؤن مین

لوٹ لوٹ کر شور مچاتی رہتی ہین

گو اوپر بعض سویز کے کچھ مختصر حالات لکھے گئے ہین لیکن اس سے یہہ نہین معلوم ہوتا کہ سب سے پہلے نہر سویز کے کھودنے کا خیال کس کو آیا۔ اور آج سے کتنی مدت پہلے آیا۔ میان عبد الحمید صاحب طالب علم کیمبرج یونیورسٹی انگلستان نے اپنے سفر انگلستان کے حالات جو آجکل پیسہ اخبار مین چھپوائے ہین ان مین انھون نے نہر سویز کے قدیم زمانہ کی تعمیر کے متعلق کچھہ دلچسپ حالات لکھے ہین جو یہان نقل کئے جاتے ہین۔

بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ احمر کے درمیان بحری آمد و رفت کا خیال اول اول آج سے تینتیس سو سال پہلے رمیسیس اعظم کے دماغ مین گذرا تھا۔ چودھوین صدی قبل مسیح مین رمیسیس ثانی کے عہد مین بوباسٹٹ سے جو دریائے نیل پر واقع ہے جبل بیٹر تک اور وہان سے بحر احمر تک نہر کھودی گئی تھی اس جگہہ بندر کا نام ارسمونی رکھا گیا تھا لیکن دسوین صدی قبل مسیح مین جب مصر مین فرعون کا عہد حکومت تھا تو یہہ تمام جگہہ خود بخود ریت سے بھر گئی کیونکہ یہ تمام ملک ریگستان ہے ساتوین صدی قبل مسیح مین مصر کے نیکو نامی بادشاہ نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمیون کی مدد سے اُس کو از سر نو کھدوانا شروع کیا۔ اور ایک سو سال کے بعد دارا کے عہد مین کام ختم ہو گیا تھا۔ لیکن پھر زمانہ اور ریت نے ملکر اُس کو خاک مین ملا دیا۔ پھر ایک بادشاہ ٹولمی ڈیلفیوس فیلڈلفس نے تیسری صدی قبل مسیح مین اس نہر کو دوبارہ کھودنے کی بے سود کوشش کی۔ پھر جب سنہ ۶۴۰ع مین مصر کے امیر عمرو نے حضرت عمرؓ

کے عہد میں اپنے حکام کے ارادہ کو پورا کرنا چاہا لیکن سنہ ۵۵ء تک ان تمام
بادشاہوں کا عظیم الشان کام پھر ریت نے برابر کر دیا تھا اور صرف گاڑی کے
پہیوں کی طرح ہلکے ہلکے نشانات رہ گئے تھے جس سے نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ یہاں
کسی زمانہ قدیم میں ضرور کوئی نہر کھودی گئی ہوگی۔ پھر سنہ ۱۵۸۰ء میں اہل وینس
کو اس نہر کے کھودنے کے دیکھنے سے خیالات پیدا ہوئے لیکن سنہ ۱۶۹۸ء
کوئی کام شروع نہیں کیا گیا۔ چنانچہ نپولین اعظم کی باری آئی۔ جس زمانہ میں نپولین
مصر کے قریب اور مصر میں لڑائیاں لڑ رہا تھا۔ ایک روز بروز ۳۰ - ڈسمبر سنہ ۱۷۹۸ء وہ
سیر و شکار نکلا تو یہ نشانات جو گذشتہ شاہوں کے کارنامے گویا دلاتے
کو یاد دلاتے تھے۔ دیکھکر اس کا بھی نہر کھودنے کا ارادہ ہو گیا اسکے فرانسیسی انجنیر
لے پیر نامی نے فوراً ایک لمبی چوڑی رپورٹ بنائی بتمام نقشے وغیرہ تیار کر کے
لاگت کا تخمینہ لگایا اور اپنے منچلے شاہنشاہ نپولین اعظم کے پیش کر دیا اسمیں عرصہ
عرصہ دس سال میں کام ختم کرنے کا اندازہ تھا اور قریب ساٹھ لاکھ فرانسیسی
روپے کے خرچہ کا تخمینہ تھا جسکو نپولین نے دیکھکر ارادہ ترک کر دیا ترک
ارادہ کی وجہ روپے اور مدت درازی تھی۔ بلکہ ایک بڑی غلطی تھی جو اسکے
لیپیر نامی انجنیر نے اپنے پیمایش کرنے میں کی تھی جسمیں اسنے بحر قلزم
کا پانی بحر احمر سے ۳۰ فیٹ اونچا بتایا تھا اور اسپر اپنی رائے میں ناکامی ظاہر
کی تھی۔ لیکن سنہ ۱۸۴۶ء تک دونوں بحروں کے پانی کی سطح کا فرق
کسی کو بھی صحیح معلوم نہ ہو سکا اسکے بعد جو مشہور نام نہر سویز سے
ملحق ہے اور رہے گا وہ فرڈیننڈ ڈی لیپ کا ہے جو سنہ ۱۸۳۲ء سے
سنہ ۱۸۳۹ء تک فرانسیسی کونسلٹ میں رہا۔ اور ایک دن جبکہ وہ قرنطینہ
میں پڑا ہوا تھا۔ اور لے پیر نامی فرانسیسی انجنیر کی رپورٹ جو اسکے

نپولین اعظم کے لئے لکھی تھی۔ وہ پڑ رہا تھا تو اسکے دل میں اسکے پورا کرنے
کے متعلق خیال آیا جو اسنے خیالی پلاؤ کیطرح کئی سال تک پکایا گیا۔ مگر آخر
اُسنے سنہ ۱۸۵۴ع میں اپنے نوجوان دوست سے جو ایک وقت میں اسکا
شاگرد بھی رہ چکا تھا۔ یعنے مصر کے خدیو سعید پادشاہ کہ جسے ابھی ابھی
حکومت ملی تھی اپنے خیالات ظاہر کئے تو اس خلیق شخص نے ان کو نہایت
ہی دلچسپی سے سنا اور بہت سی تعریف کرنے کے بعد حکم دیدیا کہ ڈی لیسپ
کے خیالات کے مطابق فوراً ایک نہر کھودنی شروع کردی جائے۔ اس موقع پر
انگلستان نے اسکی سخت ہی مخالفت کی اور ان خیالات کو پہلی کوششوں
کی ناکامی کی بنیاد پر مالیخولیا سے تشبیہ دی۔ آخر سنہ ۱۸۵۶ع میں ڈی لیسپ
نے ایک بڑی کمیشن کے ساتھ بیٹھکر اپنے تمام کاغذات کی نظر ثانی کی اور
نہر کے اخراجات کا تخمینہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ بنایا۔"

جان مارشل

(امریکہ کا ایک مشہور مدبر)

جان مارشل کا خاندان

جان مارشل اُن لوگوں میں سے ہے جنھوں نے امریکہ کی ترقی کے شروع زمانے میں اس کی خدمت کی جان مارشل کے دادا کا نام بھی جان مارشل ہی تھا وہ ویلز سے آکر ورجینیا کی ویسٹ مورلینڈ کونٹی میں آباد ہوا تھا اور کاشتکاری شروع کی تھی چونکہ جان مارشل کی زمین زرخیز نہ تھی اسلئے وہ بہت کامیاب کاشتکار نہ تھا جان مارشل کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے طامس مارشل نے کچھ زمین چھوڑی اور کچھ بیچی اور ویسٹ مورلینڈ کونٹی سے فاکیر کونٹی کو چلا گیا اور جرمن ٹاون میں جو بعد کو مڈلینڈ کہلایا آباد ہوا۔ یہاں یہ مشکل تھی کہ فرانسیسیوں کے اشارے سے یہاں کے قدیم باشندے کاشتکاروں پر حملہ کرتے رہتے تھے اس لئے یہاں کے کاشتکاروں نے اپنی حفاظت کے لئے فوج کا ایکدستہ رکھ چھوڑا تھا۔ جس میں طامس مارشل بھی شامل ہو گیا تھا۔

جان مارشل پہلے پہل جس مقام پر آباد ہوا تھا وہی مشہور جنرل جارج واشنگٹن کا بھی وطن تھا اور جان مارشل کا بیٹا طامس مارشل جارج واشنگٹن سے صرف دو برس بڑا تھا۔ مارشل اور واشنگٹن دونوں پڑوسی تھے۔ دونوں ساتھ کھیلا اور پڑھا کرتے تھے

اور پڑہنے اور کھیلنے دونون کامون مین ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کیا کرتے تھے جب پڑھ لکھکر فارغ ہوئے تو طامس مارشل اور جارج واشنگٹن دونون نے پیمایش کا کام اختیار کیا جو لوگ زمین خریدنا چاہتے تھے وہ اُنسے پیمایش کرایا کرتے تہے۔ اس وجہ سے دونون کو اکثر جنگلون اور ویرانون رہنا پڑا کرتا تھا۔ واشنگٹن کیطرح مارشل بھی فوج مین بھرتی ہوا اور واشنگٹن کی طرح مارشل بھی فرانسیسیون اور انڈینز کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑا کرتا تھا۔ آخر مارشل لارڈ فیرفیکس کی جائداد کا جو جارج واشنگٹن کا گہرا دوست تھا نیجر ہوگیا طامس مارشل چونکہ غیر معمولی قدرتی قابلیت کا آدمی تھا اسنے اپنی ابتدائی تعلیم کی کمی کو لگاتار محنت سے پورا کرلیا اور بڑا فاضل ہوگیا اور ایک عمدہ لائبریری جمع کرلی پاس پڑوس کے لوگ اسکی لائبریری کو دیکھکر عش عش کرتے تھے اور اسکی علمیت کی وجہہ سے اسکی بڑی قدر ہوتی تھی اور وہ اپنے رشتہ دارون اور دوستون مین بڑا عقلمند سمجھا جاتا تھا اسکی شادی ایک اسکاچ پادری کی لڑکی میری آئشم کیتھ سے ہوئی تھی جو بچپن ہی سے بڑی نیک تھی۔ اور تعلیم پاکر قابل بھی بہت ہوگئی تھی۔ وہ بڑی وفادار بیوی اور شفیق مان تھی۔

جان مارشل کی پیدایش

طامس مارشل اور میری کیتھ کے ۲۴ ستمبر ۱۷۵۵ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جسکے بعد ۱۴ بچے اور پیدا ہوے اُس زمانہ مین جبکہ روپیہ اور مزدور دونون بڑی مشکل سے ملتے تہے۔ بچے اکثر والدین

کو گھر بار اور کھیت کیاری کے کام مین مدد دیا کرتے تھے - ٹامس مارشل کے بچون کی بھی یہی حالت تھی - ٹامس مارشل نے اپنے بڑے بچے کا نام اپنے باپ کے نام پر جان مارشل ہی رکھا ا

جان مارشل کی تعلیم

جان مارشل بچپن ہی کا ہاتھ پاؤن سے بڑا مضبوط تھا - اگرچہ جان کے مان باپ بہت غریب تھے ایسے غریب کہ مسز مارشل اور اسکی لڑکیان پوشاکین بجاے بٹنون کے کانٹے لگایا کرتی تھین - پھر بھی انھون نے اپنا تن پیٹ کاٹ کر اپنے بچون کو تعلیم خوب دی تھی - جان نے تعلیم تمام تعلیم اپنے والدین سے پائی جو اس زمانے کے مدرسون کی تعلیم سے کہین بہتر تھی - کیونکہ معمولی اوستاد صرف تھوڑا سا لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب سکھا دیتے تھے جان کا باپ ٹامس چونکہ خود بہت بڑا فاضل تھا کہا کرتا تھا کہ آدھوری تعلیم کسی کام کی نہین بلکہ جس چیز کا علم ہو پورا ہو یہی وجہ تھی کہ جان نے ۱۲ سال کی عمر مین بہت ترقی کرلی تھی اور بڑی بڑی مصنفون کی عمدہ عمدہ کتابین اسنے پڑھ لی تھین - جان کا باپ اپنے بچون سے کتابین پڑھوا کر سنا کرتا تھا اور اُن سے مطلب پوچھا کرتا تھا جو بات وہ نہ سمجھتے تھے وہ ان کو سمجھاتا تھا - اس طریقہ سے ٹامس مارشل کی اولاد خصوصًا جان مارشل نے نہ صرف پڑھنے لکھنے ہی مین ترقی کی تھی بلکہ ان کو علم کی محبت پیدا ہو گئی تھی - جو تمام عمر قایم رہی جان مارشل اپنے باپ کی اس پدرانہ شفقت کا ذکر ہمیشہ سچی شکر گزاری سے کرتے تھے

کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ "میرا باپ تمام بیٹوں سے کہین زیادہ قابل تھا زندگی مین مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ سب میری باپ کی بدولت ہے کیونکہ اُسی نے میری تربیت کی بنیاد نہایت مضبوط اصول پر رکھی تھی۔

جب جان دس سال کا ہوا تو اسکے والدین فاکیر کاونٹی کے ذرا زیادہ زرخیز اور بلند حصہ کو جسکا نام گوزنیک تھا اپنے کل گھر بار سمیت چلے گئے یہ تو مین پہلے بتا چکا ہون کہ جان کے باپ نے اسنے ایسی تعلیم دی تھی کہ جان کے مدرسہ مین داخل ہونے کی ضرورت باقی نہین رہی تھی لیکن یہ بھی کہدینا ضروری سمجھتا ہون کہ اس کے باپ نے یہ بھی قصد کر لیا تھا کہ اسے صرف انگریزی ہی کی تعلیم نہین دینی چاہیئے اس لئے چودہ سال کی عمر مین جان کو کمبرلینڈ کاونٹی کے ایک اسکول مین داخل کر دیا گیا۔ جہان خود طامس مارشل اور جارج واشنگٹن نے تعلیم پائی تھی۔ اس اسکول مین جان نے دو سال تک لاطینی اور ریاضی ایک اسکاٹش پادری مسٹر کمپبل سے سیکھی۔ جو بڑا قابل آدمی تھا۔ جان مارشل کے استادون مین ایک شخص جیمس منرو نامی تھا۔ جو بعد مین امریکہ کا پانچوان پریسیڈنٹ ہوا۔ جب جان مدرسہ مین تھا تو اُس کے والدین گوزنیک سے بھی چلے گئے۔ اور اوک ہل نامی ایک مقام پر آباد ہوے یہ ایک اجاڑ جگہ تھی اور آبادی بہت کم تھی۔

کھیل کود کا شوق

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اوک ہل (بلوط والی پہاڑی) مین گھنا جنگل دور تک چلا گیا تھا۔ جہان ہر قسم کا شکار ملتا تھا اور وحشی جانور کثرت سے

سے تھے چونکہ جان مارشل کھیل کود اور سیر شکار کا بھی اتنا ہی شوقین تھا جتنا لکھنے پڑھنے کا اور بندوق بھی اچھی لگاتا تھا۔ وہ پرندوں اور مچھلیوں کا شکار اس جنگل میں جی بھر کے کھیلا کرتا تھا اور اسی ورزش کے شوق کا نتیجہ تھا کہ اس کا جسم شروع سے آخر تک مضبوط رہا۔ جس کھیل میں پھرتی اور طاقت کی ضرورت ہوتی تھی اس میں جان اپنے تمام ساتھیوں سے بڑھا ہوا تھا دوڑنے اور کودنے میں چند ہی لوگ اسکی برابری کر سکتے تھے لکھا ہے کہ جان کا مشہور کھیل یہ تھا کہ وہ لمبے سے لمبے آدمیوں کے سروں پر لکڑی رکھ دیتا تھا اور تھوڑی دور سے دوڑ کر ایک ہی جست میں لکڑی کو صاف پھلانگ جاتا تھا — بار جب وہ فوج میں تھا تو چھ چھ فٹ سے زیادہ لمبے آدمیوں کے سر پر آدھ انچ موٹی لکڑی رکھ کر کودتا تھا۔ اس وقت جمناسٹک وغیرہ کھیل نہیں تھے۔ بلکہ یہی کود پھاند کے سادہ کھیل تھے۔ بچے کھیلتے وقت کوٹ اتار ڈالتے تھے۔ اور پیٹیوں کو سخت کر کے باندھ لیتے تھے اور تسمہ دار جوتیاں جسے موکاسن کہتے ہیں۔ اگرچہ بہت ہلکی ہوتی ہیں پھر بھی بعض اوقات یہ بھی اتار ڈالی جاتی تھیں اور بچے ننگے پاؤں کھیلتے تھے مگر جان مارشل ہمیشہ موزے پہنکر کھیلتا تھا۔ یہ جرابیں خود اسکے ماں کی بنی ہوئی تھیں۔ جن کی ایڑیاں اور پنجے وہ ہمیشہ سفید سوت کی رکھتی تھی۔ اور چونکہ جرابوں کے باقی نیلے حصہ پر ایڑی اور پنجے کی سفیدی اور بھی زیادہ کھل جاتی تھی۔ اس لئے میاں مارشل کے ساتھی "سلور ہیل" "چاندی کی ایڑیوں والا" کہا کرتے تھے گولے پھینکنے کی ورزش کا بھی بہت شائق تھا اور اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ دور تک گولا پھینک سکتا تھا۔ کھیل کود اسنے کبھی نہیں چھوڑا۔

باپ کا شکریہ

اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جان اپنے باپ کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے کہ "میرا باپ میرے تعلیم کے انگریزی حصہ کی نگرانی کرتا تھا اور جو کچھ مین نے جوانی مین حاصل کیا اسکے لئے مین اپنے باپ ہی کی نگرانی کا ممنون ہوں صرف وہی میرا ایک سمجھدار ساتھی تھا اور ایک محافظ باپ کے ساتھ ایک مہربان اور ناصح دوست بھی تھا۔ میرے ساتھ کے اور نوجوان بالکل غیر تربیت یافتہ تھے میں انکے ساتھ صرف کھیل کود کا وقت گزارتا تھا۔" جان مارشل کے علاوہ اور جتنے بڑے آدمی ہوئے وہ سب اپنی بڑائی کے لئے اپنے ماں باپ یا ان مین سے کسی ایک کا شکریہ ادا کرتے آئے ہین لیکن آج کل کے بچے اپنی ماں باپ کے ساتھ ویسی محبت سے پیش نہین آتے جیسا کہ چاہیئے۔ بہت سے بچے اپنی ماں باپ کو بے وقوف خیال کرتے ہین اور ان کی نصیحت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین جو اگر تم اپنی زندگیاں بڑے آدمیوں کے نمونہ پر ڈھالنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ تمام بڑے بڑے لوگوں نے اپنی کامیابیوں کے لئے اپنی ماں باپ کی مدد کا شکریہ کے ساتھ اقرار کیا ہے۔

جان بحیثیت ایک سپاہی کے

جان مارشل کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی۔ مگر وہ اس وقت تک کسی کام مین نہ پڑا۔ سوا ے لکھنے پڑھنے اور کھیلنے کودنے کے کوئی کام نہ تھا۔ یہ وقت نوآبادی امریکہ کے لئے نہایت سخت تھا۔

تین چیزیں

محبت کے لایق تین چیزیں	شجاعت۔ شرافت۔ خلوص
تعریف کے لایق تین چیزیں۔	وقار۔ ذہانت۔ موزونیت۔
حقارت کے لایق تین چیزیں	بیرحمی۔ ناشکری۔ اکڑفون۔
نفرت کے لایق تین چیزیں۔	کمینگی۔ بغض۔ حسد۔
ادب کے لایق تین چیزیں۔	نفس کشی۔ عدل۔ مذہب۔
خوش کرنے والی تین چیزیں۔	حسن۔ صاف دلی۔ آزادی۔
آرزو کے لایق تین چیزیں۔	صحت۔ بشاشت۔ سچا دوست۔
دعا کے لایق تین چیزیں۔	ایمان۔ امن۔ قلب کی صفائی۔
عظمت کے لایق تین چیزیں۔	دانائی۔ عاقبت اندیشی۔ استقلال۔
پسند کرنے کے لایق تین چیزیں۔	تپاک۔ زندہ دلی۔ بذلہ سنجی۔
شک کرنے کے لایق تین چیزیں۔	خوشامد۔ ظاہرداری۔ مصنوعی
بچنے کے لایق تین چیزیں۔	سستی۔ بکواس۔ پھکڑبازی
جمع کرنے کے لایق تین چیزیں۔	اچھی کتابیں۔ اچھے رفیق۔ اچھے اعمال
جان لگادینے کے لایق تین چیزیں۔	آبرو۔ ملک۔ دولت۔
قابو رکھنے کے لایق تین چیزیں۔	زبان۔ خواہشات۔ دل۔
تین چیزیں جن کے لئے تیار رہنا چاہیے۔	رنج۔ ضعف۔ موت۔

قابل عمل اصول

(۱) مستعد رہو
(۲) ہر شخص سے عمدہ اور یکساں برتاؤ کرو۔
(۳) ناکام رہنا اگرچہ بُرا ہے مگر کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش نہ کرنا اس سے بھی بڑا ہے
(۴) جس قسم کے واقعات تمھیں پیش آئیں ان کا مقابلہ بہادری سے کرو اور اپنی بہتری کی جان توڑ کوشش کرو۔
(۵) اگر زیادہ ملنے کی امید ہو تو کم پر کبھی قناعت نہ کرو۔ اور اگر سب سے اچھی چیز ملنی ممکن نہیں تو اُس سے ادنےٰ درجے کی چیز کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔
(۶) مشہور ہونے سے ایماندار ہونا اچھا ہے۔
(۷) جو حیثیت تم ایمانداری اور سلیقے کے ساتھ حاصل کر سکتے ہو اسکو نہ چھوڑو یہ تمھارا حصہ ہے۔
(۸) افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔
(۹) دنیا کے ساتھ ایمانداری کا برتاو کرو اور دنیا تمھارے ساتھ ایمانداری کا سلوک کرے گی۔
(۱۰) ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالو۔
(۱۱) دنیا اعتبار کی بھوکی ہے اگر تم اپنا اعتبار قایم کر سکے تو جان لوکہ

کامیابی یقینی ہے۔

(۱۲) اپنی ناکامی پر مایوس نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ ہر ناکامی تمھین آئندہ کے لئے سبق دے اور جو کمی پہلی کوشش مین رہگئی تھی اسکے پورا کرنے کیطرف تمھین مائل کرے۔

(۱۳) جو شخص ایکبار گر کر پھر اُٹھنے کی کوشش نہین کرتا وہ اس لایق نہین کہ اُسے آدمی کہا جائے اُسکے وجود سے دنیا کو کوئی نفع نہین۔

(۱۴) مسٹر گلیڈسٹون وزیر اعظم انگلستان کا مقولہ ہے کہ ایک وقت مین ایک کام اچھی طرح کرو۔

(۱۵) دوسرون کے ساتھ بھلائی کرو اس سے نہ صرف تمکو خوشی ہو گی۔ بلکہ کامیابی بھی۔

(۱۶) جو چیز تمھاری نہ ہو اسکو کبھی استعمال نکرو۔ جس چیز کی قیمت ادا نکر سکو اسکو ہرگز نہ خریدو۔ جو چیز تمھارے پاس نھین اس کو ہرگز فروخت نہ کرو۔

(۱۷) کوشش کے سامنے کوئی کام مشکل نہین۔

(۱۸) غرور کی قیمت ہمین بھوک اور سردی سے بھی زیادہ دینی پڑتی ہے۔

(۱۹) جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس لئے نہ خرید و کہ وہ سستی ہے اگر وہ سستی ہے لیکن تمھین گران پڑے گی۔

(۲۰) خرچ آمدنی سے کم رکھو۔

(۲۱) سخت کوشش کرو اور اپنا دن کا کام پورا کرو۔

(۲۲) کسی پر جلد اعتبار نہ کرو۔

(۲۳) اپنے راز کو پوشیدہ رکھو۔

(۲۴) ہر کام مین متوسط درجے کی روش اختیار کرو۔

(۲۵) وعدہ خلافون سے امید وفا فضول ہے۔

(۲۶) کار امروز بفردا مگذار۔

(۲۷) بزرگون سے کسی بات پر زیادہ بحث نہ کرو۔

(۲۸) جہان تک ممکن ہو کسی کو مایوس نہ کرو

(۲۹) جس کام کے کرنے مین شرم ہو تو اسکے بیان کرنے سے بھی شرماؤ۔

(۳۰) اگر کسی کے پیٹھ پیچھے کوئی بات کہو تو وہ ایسی ہونی چاہیے کہ اسکے سامنے بھی کہسکو۔

(۳۱) گذری ہوی لڑائی کو یاد نہ کرو۔

(۳۲) اپنا راز جہان تک ممکن ہو دوستون سے بھی مخفی رکھو۔

(۳۳) کسی کو دوسرون کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔

(۳۴) کہی ہوئی بات کے واپس آنے کی امید نہ رکھو۔

(۳۵) کسی کا مضحکہ نہ کرو۔

(۳۶) عورتون کیطرح اپنے جسم کی آرایش نہ کرو۔

(۳۷) باتین کرتے وقت جسم کو غیر موزون طور پر حرکت نہ دو۔

(۳۸) ہر شخص کی عزت کا لحاظ رکھو۔

(۳۹) مُردون کی بُرائی نہ کرو۔ کیونکہ اُس سے کوئی فائدہ نہین۔

(۴۰) کسی کام کو بے سوچے سمجھے نہ کرڈالو۔

(۴۱) دنیا کے لئے آپ کو مصیبت مین نہ پھنساؤ۔

(۴۲) غصے کی حالت مین سمجھکر بات کرو۔

(۴۳) بات چیت کرنا دشمن سے بھی نہ چھوڑو۔

(۴۴) مہمان کے سامنے کسی پر غصہ نہ کرو۔

(۴۵) اپنی دولتمندی موقعہ بے موقعہ ظاہر نہ کرو۔

(۴۶) جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھاؤ۔

(۴۷) آزمائے ہوئے کا آزمانا بے فائدہ ہے۔

(۴۸) بڑوں کی عزت کرنا چھوٹوں پر رحم کرنا اعلےٰ درجے کی انسانیت ہے۔

(۴۹) نیک نیتی کا پھل کبھی ضایع نہیں ہوتا۔

(۵۰) ہماری تمام مصیبتیں ہماری بلائی آتی ہیں۔

(۵۱) حسد کا تیر جاتا تو دوسری طرف ہے لیکن زخمی پھینکنے والے ہی کو کرتا ہے۔

(۵۲) اگر تم اپنے ضمیر کی بات نہ سنوگے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

(۵۳) اپنی غلطی کی اصلاح کر لینی اپنے اوپر قوت و قابو رکھنے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

(۵۴) خدا محنتی کو اپنے باغ سے پھل دیتا ہے مگر سست و کاہل الوجود شخص کو فصل سمیٹنے کے وقت بھیک بھی نہیں دیتا۔

(۵۵) وعظ کے ذریعے نصیحت کرنا طول عمل ہے۔ مگر مثال و نمونہ پیش کرنا نہایت موثر اور مختصر طریقہ ہے۔

(۵۶) آوارہ گرد شخص بے سوئیوں کی گھڑی ہے۔

(۵۷) عالم و بے علم میں زندہ و مردے کا فرق ہے۔

(۵۸) اپنے کاروبار کی تمام جزئیات کی نگرانی غور سے کرتے رہو۔
(۵۹) تمام امور میں سلیقے سے کام لو۔
(۶۰) اول ایک بات پر غور کرو۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کا فیصلہ کر لو۔
(۶۱) حق بات کہنے کی ہمت کرو۔
(۶۲) بیجا کارروائی کرنے سے خوف کرو۔
(۶۳) امتحان کی دقتوں کا مقابلہ صبر سے کرو۔
(۶۴) زندگی کی لڑائیاں بہادری و مردانگی سے لڑو۔
(۶۵) برے لوگوں کی صحبت میں نہ جاؤ۔
(۶۶) ہمیشہ دیانتدار رہو۔
(۶۷) دوسروں کی شہرت یا کاروبار کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔
(۶۸) صرف اچھے لوگوں سے میل جول رکھو۔
(۶۹) جھوٹ کبھی نہ بولو۔
(۷۰) دولت کو بری طرح نہ لٹاؤ۔
(۷۱) شادی و غمی و رسمیات اور دوسرے معاملات میں اعتدال برتو۔
(۷۲) اپنے کو نئی روشنی کی فضول خرچی سے بچاؤ۔
(۷۳) خوف خدا کو معاشرت میں زیادہ نمایاں بناؤ۔
(۷۴) خاتم الرسل کی اور ان کے عترت کی پوری عزت و عظمت کرو۔
(۷۵) کسی مذہب کے بزرگوں پر دل آزار حملے کرو۔ اور نہ لوگوں میں

استقلال پیدا کرو۔
(۷۶) جائز ذریعے سے معاش حاصل کرنے کو عین دین سمجھو۔
(۷۷) حکومت وقت کے ساتھ مودبانہ اور وفادارانہ طریق رکھو۔
(۷۸) قانون مروجہ کی سختی سے پابندی کرو۔
(۷۹) بُرے قصے۔ ناول۔ لٹریچر اور اخبارون کو اپنے مطالعے سے خارج کردو۔
(۸۰) ہر شخص محنت اور کام کرے۔
(۸۱) خیرات۔ محتاجون۔ اور معذورون مستحقون کو دی جایا کرے۔
(۸۲) تجارت و زراعت کے پیشیون کو عزت کی نظر سے دیکھو۔ اور جہان ملازمت ملنے مین دقت ہو۔ وہان اُسی پر ٹوٹ کر نہ گرو۔
(۸۳) دولت امانت آلہی ہے اسکے خرچ کرنے پر اور حاصل کرنے پر دونون صورتون مین مرضی خدا کا خیال رکھو۔
(۸۴) یورپ کی تہذیب سے بالکل سراسیمہ و پریشان نہو جاؤ بلکہ ناموس الہی و تقوے کے ماتحت اسکی پیروی کرو۔
(۸۵) فضول جھگڑون کو چھوڑکر تمام تر توجہہ کام کی باتون پر دو۔
(۸۶) تمسے جس قدر نیکی ہوسکتی ہے کرو۔ تم جتنے طریقون سے نیکی کرسکتے ہو کرو۔ تم جس قدر ذریعون سے نیکی کرسکتے ہو کرو۔ تم جتنی جگہو مین نیکی کرسکتے ہو کرو۔ تم جتنی دفعہ نیکی کرسکتے ہو کرو۔ تم جس قدر لوگون سے نیکی کرسکتے ہو کرو۔ تم جتنے قسم کی نیکیا

کر سکتے ہو کرو۔ تم جہان تک ہو سکے نیکی کرو۔

(۸۷) جس کا دل صاف ہے اس کو کسی قسم کا خطرہ نہین۔

(۸۸) علم و ہنر جاننے والے کے لئے ہر مقام وطن ہے

(۸۹) علم تلاش کرو خواہ وہ چین مین ہو۔

(۹۰) خوش خلق کا کوئی دشمن نہین۔

(۹۱) عقلمند زمانہ کی مخالفت سے پریشان نہین ہوتا۔

(۹۲) وعدہ کرنے مین دیر کرو ــــ مگر ایفا کرنے مین جلدی۔

(۹۳) وقت وہ دولت ہے جو ضایع ہونے کے بعد پھر کبھی نہین حاصل ہو سکتی۔ اور ہر قسم کی دولت کو کھو کر دوبارہ حاصل کر سکتے ہین اس لئے وقت کے خرچ کرنے مین ہمین سب سے زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ تاکہ بعد مین افسوس کرنا نہ پڑے۔

(۹۴) محنت کرو۔ کیونکہ محنت اور کوشش ہی ہمکو سب کچھہ بنا سکتی ہی کاہل آدمی کے لئے دنیا مین کوئی موقعہ نہین ہے۔

(۹۵) شہرت سے ایمانداری زیادہ قابل قدر ہے۔

(۹۶) قرض محبت کو کترنے والے مقراض ہے۔

(۹۷) اپنے اوپر بھروسہ کرو۔ جس بات کے صحیح ہونے کا تمکو کامل یقین ہو جائے اسکے کرنے مین جان تک لڑا دو۔

(۹۸) سچی باتون کو تسلیم کرو۔ کیونکہ دنیا کے کاروبار کا اسی پر دارو مدار ہے۔

(۹۹) دولت بری چیز نہین ہے۔ بشرطیکہ اس کا استعمال اچھا کیا جائے۔

(۱۰۰) کسی کام کی برائی تمھین خواہ کسی وقت معلوم ہو۔ اسے فوراً چھوڑ دو۔ اور اچھا کام اختیار کرو۔ اور اپنی پہلی غلطی سے سبق سیکھو۔

(۱۰۱) اپنے آپ کو ایسا دکھانے کی کبھی کوشش نہ کرو جو تم نہین ہو۔

(۱۰۲) عمدہ اخلاق پر نظر رکھو۔

(۱۰۳) کسی دوست کی راستبازی مین شک نہ کرو۔

(۱۰۴) روپیے کے مقابل اصول کو کبھی قربان نہ کرو۔

(۱۰۵) فرصت کے اوقات ترقی کی تدابیر مین صرف کرو۔

(۱۰۶) ہر شخص کیساتھہ سلام مین پیش قدمی کرو۔

(۱۰۷) پست ہمتی کو پاس نہ آنے دو۔

(۱۰۸) حق کی سختی سے پیروی کرو پھر کامیابی یقینی ہے۔

(۱۰۹) ساتھہ مرتبہ گرو اور آٹھہ مرتبہ اٹھو۔ } جاپانی

(۱۱۰) گر کر اٹھو پڑے نہ رہو }

(۱۱۱) خدا کی مرضی پر چلنے کے لیئے تیندوے کی مانند۔ مضبوط عقاب کی مانند۔ سبک پرواز ہرن کی مانند۔ بادپا اور شیر کے مانند بہادر رہو۔

(۱۱۲) سر اور ڈاڑھی کو کیون صاف کراتے ہو جبکہ تمھارا سینہ جاہلانہ حماقتون اور گناہون سے پُر ہے۔ اول باطن مین نشتر اور ظاہر کی کچھہ پروا نکرو کہ وہ کس قدر بُرا ہے۔ غیظ وغضب اور غرور بھرے ہوے دل کی صفائی کرو اس وقت تم پاک ہو سکتے ہو۔

(۱۱۳) نہ تو نفرت جیسی کوئی آگ ہے - اور نہ نفرت جیسی کوئی چنگاری- نہ بیوقوفی جیسا کوئی جال ہے - اور نہ حرص جیسا کوئی ظالم-

(۱۱۴) جو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا وہ حیوان ہے -

(۱۱۵) ایمان قلعہ کیطرح مضبوط ہے -

(۱۱۶) مستقل مزاج و حلیم رہو-

(۱۱۷) ایسا وعدہ نکرو جسے نباہ نہ سکو-

(۱۱۸) اگر کوئی عمر میں چھوٹا بچہ تمھیں اچھی بات بتائے تو اُسے غور سے سنو- اور عمل کرو-

(۱۱۹) غصہ کبھی نہ کرو-

(۱۲۰) اگر تم حق پر ہو اور دوسرا غصے کے مارے تمھاری بات نہیں مانتا تو اسکے غصے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرو؟

(۱۲۱) چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بالکل سچ بولو-

(۱۲۲) نرم جواب غصے کو مار دیتا ہے بشرطیکہ غصے کی بنا لالچ پر نہو-

(۱۲۳) اپنے کاروبار کے متعلق ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچاؤ-

(۱۲۴) ایک قسم کا کاروبار کرو- چاہو نظر جی ڈانوان ڈول نہ کرو-

(۱۲۵) ہر ایک کام کو فوراً کرو- مگر جلدی میں کام بگڑ نہ جائے

(۱۲۶) جو کام تم کرتے ہو اسکے نسبت اسباب کو بڑے غور سے دیکھو کہ کام کس ڈھنگ پہ ہو رہا ہے -

(۱۲۷) ایک "آج" کی قیمت دس "کل" سے بھی زیادہ سمجھو-

(۱۲۸) بہت مشورے نہ لو-

(۱۲۹) وقت کی پابندی کرو۔

(۱۳۰) کسی سے ملاقات کا وقت مقرر کرو تو اسے یاد رکھو۔

(۱۳۱) کبھی بیکار نہ ہو اپنے دل تک کو کام میں مصروف رکھو۔

(۱۳۲) ہر شخص کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرو۔ دنیا کے اس کانٹے دار راستے میں دوسرون کا بوجھ بانٹو۔

(۱۳۳) جلد دولت مند بننے کی کوشش نکرو۔ بلکہ یاد رکھو آہستہ آہستہ نفع حاصل کرنے سے دل کو اطمینان رہتا ہے۔

(۱۳۴) دو کام سامنے ہون تو وہی کام کرو جسمین نفع یقینی ہو۔

(۱۳۵) جب کسی کو بلندی پر دیکھو تو خیال کرو کہ یہ بھی کبھی نیچے تھا۔

(۱۳۶) چٹوری زبان دولت کا زیان کرتی ہے۔

(۱۳۷) صبر کا پھل میٹھا ہے بے صبرون کے ہاتھ کچھ نہین آتا۔

(۱۳۸) برائی نیکی کے آگے گردن خم کرتی ہے۔ اور بدمعاش نیک کے دروازے پر۔

(۱۳۹) جو اپنے پڑوسی کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے وہ گنہگار ہے لیکن جو غریب پر رحم کرتا ہے وہ خوش نصیب ہے۔

(۱۴۰) کیا وہ غلطی پر نہین ہین جو برائیان گھڑتے ہین البتہ رحیم و سچے وہی ہین جو نیکیان دل سے گھڑتے ہین۔

(۱۴۱) ہر قسم کی محنت و حرکت بہت مفید ہے لیکن ہونٹون کی حرکت صرف مفلسی پیدا کرتی ہے۔

(۱۴۲) سچی گواہی جان بچاتی ہے لیکن جو جھوٹ بولتا ہے وہ دھوکہ دیتا ہے۔

(۱۴۳) خوف خدا بہت بڑا بھروسہ ہے۔

(۱۴۴) جو شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اسکو کوئی دنیاوی خوف نہین ہوتا۔

(۱۴۵) آدمیوں کی جماعت بادشاہی شان رکھتی ہے لیکن ان کی مفلسی خود بادشاہ کی تباہی ہے۔

(۱۴۶) جو شخص غصے کیوقت سستی ظاہر کرتا ہے وہ بہت سمجھدار ہے لیکن جو جلد بازی کرتا ہے وہ بیوقوف ہے۔

(۱۴۷) زندہ دلی جسم کی جان ہے لیکن حسد ہڈیوں کی سڑن ہے۔

(۱۴۸) جو غریب پر ظلم کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے لیکن جو کمزور پر رحم کرتا ہے وہ خدا کا فرماں بردار بندہ ہے۔

(۱۴۹) بد آدمی کو بدی کرنے مین کوئی امید نہین لیکن راستباز موت مین بھی امید رکھتا ہے (بخشش کی)

(۱۵۰) راستبازی قوم کا دل بڑہاتی ہے اور گناہ آدمیوں کی بزدلی کے باعث ہین۔

(۱۵۱) خدا کی آنکھین ہر جگہ بد و نیک کو دیکھتی رہتی ہین۔

(۱۵۲) اس قدر بوجھ نہ اٹھاؤ جس کو لیکر تم نہ چل سکو۔

(۱۵۳) اگر چاہتے ہو کہ سب تم کو اچھا کہین تو تم کسیکو برا نہ کہو۔

(۱۵۴) فضول خرچ نہ بنو کیونکہ فضول خرچی بد بلا ہے۔

(۱۵۵) کفایت شعاری دولتمند بناتی ہے۔

(۱۵۶) اسی کی دوستی پر بھروسہ کرو جو مصیبت کیوقت کام آوے۔

(۱۵۷) تحمل اور عفو کا شیوہ اختیار کرو۔

(۱۵۸) تمسخر اور مذاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہہ اکثر لڑائی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور رعب جاتا رہتا ہے۔
(۱۵۹) حرص بہت بری بلا ہے اس سے انسان ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے۔
(۱۶۰) محسن کشی بڑی بری بلا ہے۔
(۱۶۱) کام کی نگرانی خود کرو۔ دوسروں پر نہ ڈالو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے
(۱۶۲) ہر کام سہولت سے کرو جلدی سے کام بگڑ جاتا ہے۔
(۱۶۳) اگر تم سے کسی سے دوستی ہو جائے تو ہمیشہ نبھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ذرا ذرا سی باتوں پر لڑنا اور پھر ملنا اور ناحق اور ناروا خصومت کو طول دینا شریفوں کا شیوہ نہیں۔
(۱۶۴) کسی کا راز جہاں تک ہو سکے چھپانے کی کوشش کرو۔
(۱۶۵) چھوٹوں کو اپنے سے کمتر نہ جانو۔
(۱۶۶) موجودہ حالت پر قانع و خوش اور آئندہ خدا کے فضل کے امیدوار رہو۔
(۱۶۷) حاسد کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔
(۱۶۸) تقدیر ہی پر بھروسہ نکرو بلکہ تمہاری محنت و کوشش کو بھی کامیابی میں دخل ہے۔
(۱۶۹) تم کو اپنے ذاتی جوہر پر فخر کرنا چاہیئے نہ کہ وصف اضافی پر
(۱۷۰) احسان کر کے بھول جاؤ۔
(۱۷۱) زمانہ کی مخالفت کو خدا کی مخالفت جانو۔

(۱۷۲) کسی فرقے سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو تعصب نہ رکھو۔

(۱۷۳) املی کا درخت بو کر آم کی امید نہ رکھو۔

(۱۷۴) ہر کام خدا کا نام لیکر کرو۔

(۱۷۵) دوستی پیدا کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن بے تکلفی بہت کم سے کرنی چاہیئے۔

(۱۷۶) جو بات تم کو معلوم ہو دوسروں سے بتانے میں بخل نہ کرو۔

(۱۷۷) کسی کی مدح کرنا اسکو ذبح کرنا ہے۔

حصۂ نظم

ماخوذ از اصلاح سخن

میٹھی زبان

میٹھی زبان سب سے ہر دم و ہر آن کہنا
دشمن سے بھی نہ کڑوے ہونا یہ دھیان رکھنا

خوش ہوں سبھی آپ اوروں کو بھی سدا ہی رہا کہنا
شیرین کلام رہنا میٹھی زبان رکھنا

بھولے سے بھی نہ خاطر کو رنج قہر دینا
کڑوے سے مر گئے جو اسکو ہرگز نہ زہر دینا

میٹھی زبان بیشک ہے مایۂ محبت
نرمی میں ہے سخن کی جادو سے بڑھکے طاقت

میٹھی زبان میں ہے تسخیر کی لیاقت
پایا ہے اس سخن نے اک پایۂ صداقت

روز الست سے ہے یہ قاعدہ جہان کا
گر ہو زبان تیری گو تلک بھی ہے بانکا

میٹھی زبان سے بچوں کے ساتھ پیش آنا
میٹھی زبان اپنے بچوں کو بھی سکھانا

بچہ تو کیا ہے کتنا بھی گر کوئی ہو بلانا
تو تو کہے بہت تم میٹھی زبان سنانا

بوڑھا ہو سو برس کا یا طفل سال بھر کا
شیشے سے بھی زیادہ نازک ہے دل بشر کا

میٹھی زبان جوانوں سے ای حضور کرنا
دنیا میں جنکو تجربہ عمر ہے عبور کرنا

ہرگز نہ دلدہی میں انکے قصور کرنا
خوش اُنکے سن کو بھی کرنا ضرور کرنا

گویا وہ جوانی سے مست ہیں بگانے
انکے قدم قدم پہ ہیں خار دار راہیں

میٹھی زبان بوڑھوں سے صبح و شام کہنا
دو دن کے مہمانوں کو سعادت کام کہنا

خم ہیں یہ بار غم سے تم انکو تھام رکھنا
بچپن کے ہاتھوں ہرگز نہ نام رکھنا

بوڑھے ہیں سانس لینے کو راہ میں رکے ہیں | ہستی کے بوجھ سے یہ آپ ہی جھکے ہیں
میٹھی زبان غریبوں سے چاہیے ہمیشہ | جو ہیں غرض کے بندے اور احتیاج پیشہ
تا ہو نہ بدزبانی چاہے کسی کے دلپہ نیشہ | کٹ جائیگا بیچاروں کا مفت رشتہ ریشہ
شیریں زبانیوں کے پھندے دل میں انکو ڈالو | بندے انھیں بنا تو بندے انھیں بنالو
میٹھی زبان خالی کیا بیسود ہے ہم کو | شاید وہ مان جائیں اخلاص کے کرم کو
شاید ہمارے ہاتھوں پہنچے ہوں رنج انکو | اپنا بنالیں پھر ہم اپنے فسردہ دم کو
ہے رنج و غم ہمیشہ اپنی خطا سے ان کو | دلشاد حال کردیں اپنی عطا سے انکو
میٹھی زبان رکھنا سیکھو پیمبروں سے | کل سختیاں جنھوں نے انگیز کی سروں سے
پاتے ہے ہزاروں ایذا ستمگروں سے | اور مومنوں کے بردم پیش آتے بہتروں سے
اپنے سخن پہ اپنی ساری خدائی رکھدی | اپنی زبان کی انکے آگے مٹھائی رکھدی
میٹھی زبان والے یہ ہے خدا کی رحمت | حق نے بشر کو بخشی ہے لاجواب نعمت
اس سے حصول برکت اس سے نزول رحمت | یہ تری زبان ہے پھر ملا غنیمت

عربی شعار ہے یہ جھگڑے کی یہ زبان ہے
سختی کہاں ہے اسمیں اور استخوان کہاں ہے

انسانی لباس

(١) اے ہندوستان کیا ہوگئی حالت تیری | اپنے باشندوں کے سر ایسی ہلکی پگڑی
جسکے ہر ایک پیچ میں غفلت ہی غفلت ہے بھری | طرۂ سر طرار میں ہے ابلہی و خودسری
[illegible] فضیلت کا ہے شملہ ہے حماقت کی [illegible] | اسمیں پوشیدہ جہالت ہے سراسر کجیاں
[illegible] وہ پہنا ہے جو دنیا کے عیبوں کا ہے گھر | جسکے پیچوں میں ہے پوشیدہ خرابی کا اثر

کلیف نے اندار تھا کالر بنایا کاٹ کر — خود پسندی خود سری جسمین تھی بہری کی لہر
ہر دو جانب جھوٹ کا گیبہ لگا یا دیکھیے — زر کے بدلے بغض کی کھیچ اور کیسہ میں زر
عیش و عشرت کا یہ پیجامہ ہے سلوایا ہوا — ہے کمربند آپ کا یا جال ہے اک مکر کا
پائنچون مین جسکے ہے تزویر کا نقشہ چھپا — بوٹ سے روندی ہوئی ہے پارسائی برملا
یہ لباس اچھا نہین ہے چھوڑیے بس اک قلم — جو مین بتلاؤن وہی زیب بدن ہو دم بدم
آدمی کے سر کے پگڑی اسطرح کی چاہیے — جسمین ہردم ہر گھڑی ہوش و خرد دانش بھرے
عقل کی باتین عیان ہون جسکے ہر اک پیچ سے — جوش ہمدردی ملک و قوم کا ظاہر بنے
علم و دانائی بھی شملے سے عیان ہون قدر — جسکے ہر ایک تار مین آئے فضیلت کی نظر
ہے مناسب ایسا پہنین کوٹ سب خرد و کلان — جسمین ہون ہر دو جہان کی خوبیان اور نیکیان
ہر طرف ہر ایک بخیے سے ہو مسیحائی عیان — پاکبازی کا رہے گردن مین کالر نگہبان
اتفاق باہمی سے دونون پاکٹ ہون بنے — زر کے بدلے انمین انس و الفت چاہیے
آپ پیجامہ جو پہنین جو رہے لیل و نہار — متقی و پارسا زاہد و پرہیزگار
پائنچے ایسے ہون جن سے ہر گھڑی ہو آشکار — نیک نامی و صداقت بردباری انکسار
ضبط ہوا و عادات مین آئی جو راہ راست پر — صاحب علم و ہنر بنکے چلے ہر فرد و بشر
بوٹ وہ پہنو نہ چھوڑے جو رہے ثابت قدم — نیکیون کی راہ مین چلتا رہے جو دم بدم
ناامیدی کو کچل ڈالے ملون سے اک قلم — ہو نہ سد راہ ہی ہرگز غم و رنج و الم

ہو اگر سردار سے تم سب کا ایسا ہی لباس
پھر نہین ممکن کہ دیکھین حسرت و اندوہ و یاس

حب وطن

جہان مین نہین کسکو الفت وطن کی — ہر اک دل کو ہوتی ہے چاہت وطن کی

نہیں بھولتا کوئی راحت وطن کی — نہیں بھولتا کوئی صورت وطن کی
جہاں جاؤ آنکھوں میں نقشہ ہے گھر کا — تصور ہی رہتا ہے دیوار و در کا
زمانے کی راحت ہو انسانکو حاصل — زمانے کی صحبت ہو انسان کو حاصل
زمانے کی شوکت ہو انسانکو حاصل — زمانے کی رفعت ہو انسانکو حاصل
وطن میں نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے — فراق وطن سے دل اندوہگیں ہے
وطن اپنا ملک سلیمان سے افضل — وطن کا بیابان گلستان سے افضل
وطن کی فضا باغ رضوان سے افضل — وطن کی گھٹا ابر باران سے افضل

وطن کی ہر اک چیز مرغوب دل ہے — وطن کی ہر اک بات محبوب دل ہے
جدائی وطن کی مصیبت ہے گویا — مصیبت بھی کیسی اک آفت ہے گویا
اک آفت بھی کیسی قیامت ہے گویا — قیامت نصیبوں کی شامت ہے گویا
مسافر سے پوچھو حقیقت تم اس کی — سنو بلبلوں سے حکایت تم اسکی
وطن کیوں ہے پیارا سبب کیا ہے اس کا — وطن پر یہ اہل وطن کیوں ہے شیدا
وطن میں ہے آرام کیا اسکو ملتا — وطن میں تجھے درد و غم کیا ہے رکھا
سنو درد و قصہ ہے مہر و وفا کا — سنو جسکو شاکی ہے جور و جفا کا

یگانوں کے طعنوں سے زخمی جگر ہے — کبھی شکوۂ غیر سے دردسر ہے
کبھی دوستوں کے کرم پر نظر ہے — کبھی دشمنوں کی عداوت کا ڈر ہے
غرض ہر گھڑی ہے نئی اک مصیبت — گئی سر سے یہ اور وہ آئی آفت
یہ سب کچھ سہی پھر بھی اپنا وطن ہے — ہر اک بھائی اپنا شریک محن ہے
یگاوٹ سے خالی وہ بیباک ہی ہو — محبت میں ڈوبا ہوا ہر سخن ہے
شکایت ہے اک اقتضائے محبت — نہ ہو یہ تو کون آزمائے محبت
عزیزوں کے طعنوں کو نشتر نہ سمجھو — نصیحت کی باتوں کو خنجر نہ سمجھو

یہ گوہر ہیں نایاب پتھر نہ سمجھو
یہ ہیں لعل خوش رنگ کنکر نہ سمجھو

انھیں کے دلو سے تو تم ہو وطن میں
نہ ہوں یہ تو بے پر ہوں بلبل چمن میں

جنھیں تم سمجھتے ہو دشمن نہیں ہیں
جنھیں تم سمجھتے ہو پر فن نہیں ہیں

تمھاری طرح تم سے بد ظن نہیں ہیں
تمھاری طرح تیز انجن فقیں ہیں

متانت میں کوہ گراں سے ہیں بھاری
نہاں دل میں رکھتے ہیں الفت تمھاری

قومی نظم

سید سے ولایت میں کسی مس نے یہ پوچھا
کیا وجہ بہت بد نام ہے یہ نام تمھارا

ہر وقت نیا درد ہے ہر دم نئی تکلیف
مفقود ہوا خلق سے آرام تمھارا

تم لوگ جو بگڑے تو حریفوں کی بن آئی
اب اوروں کے حصے میں ہے انعام تمھارا

اس سمت طبقے میں ہوتا ہے مسلمانوں کا ماتم
ہر شہر و ملت میں ہے کہرام تمھارا!

آغاز کا نقشہ کبھی دیکھا ہے جنھوں نے
کیا سمجھے تھے وہ ہوگا یہ انجام تمھارا

بدتر ہوئی جاتی ہے بہت قوم کی حالت
ابتر ہوا جاتا ہے بہت کام تمھارا

جو بحث ہے مہمل ہے جو تقریر ہے بیکار
سنتا نہیں دل لئے کوئی پیغام تمھارا

خالی نہ ہوا رنجش بیجا سے کبھی دل
اس مئے سے چھلکتا ہی رہا جام تمھارا!

کوئی عملی شکل نہ مجھکو نظر آئی
اب صرف کتابوں میں ہے اسلام تمھارا

مٹ جائینگے کچھ روز میں مذہب کے عقیدے
یہ مال بھی ہو جائے گا نیلام تمھارا

اے نوح وہ چپ ہو رہے پہلے تو یہ سنکر
پھر کہنے لگے سچ ہے یہ الزام تمھارا!

(ماخوذ از بدیہ گزٹ)

(ماخوذ از بیدر گزٹ)

فیشن

جس طرف دیکھو جہاں دیکھو ہوا فیشن کی ہے
آجکل کی یورپ پر نازل بلا فیشن کی ہے

فیشن ایبل جو ہیں اسکی شرافت ہی گئی
کیا کرامت آجکل مرد خدا فیشن کی ہے

چاہیے فاقہ ہو مگر پاؤں میں ہو ڈاسن کا بوٹ
سوٹ عابد شتاب کا کچھہ انتہا فیشن کی ہے

کوچ و کرسی کے سوا بیٹھے نہ کوئی فرش پر
یاد رکھو آبرو اس سے سوا فیشن کی ہے

زیب تن جو کچھہ ہو اسکی ہو بہت عمدہ فیشن بھی
کف ڈبل کالر بھی عمدہ ہو ہوا فیشن کی ہے

سفیتیان دین ہی فرشتوں پہ گئے پہرے ہیں تیز
بندگی کچھہ اندنوں ایسی ہوا فیشن کی ہے

ہو سکونت کیلئے بنگلہ ہی عمدہ پر سواد
ڈاکٹریاں ہو جائیں کیا پروا سزا فیشن کی ہے

میر سید شیخ خان پنڈت یہ کہنا منع ہے
لفظ مسٹر چاہئے کہنا ادا فیشن کی ہے

فرش پر بیٹھیں تو پتلونوں میں پڑ جائیں بل
پائے بندی اہل یورپ سے ہوا فیشن کی ہے

صاحب دولت تھے پہلے اب ہیں مقروض و بیل
ابتدا کچھہ اور تھی یہ انتہا فیشن کی ہے

یہ مرض پھیلا ہوا ہے ہند بھر میں اسکے وفا
اس سے ڈرئے خوف کیجے یہ وبا فیشن کی ہے

مسلمان صاحبزادے

عمر کا سال ہوا خیر سے جب شانزدہم
رفتہ رفتہ ہوا اسکول کا جانا کچھہ کم

کتب درسیہ بنیں چاٹتیں دیمک کی غذا
دلکو بھانے لگا ناول و افسانۂ غم

ہسٹری دیکھنا معلوم ہوا اکا فضول
طبع نازک کو کیا جیسا گرانے بر ہم

نقشے ملکوں کے لگے کمرے کی دیواروں پہ
کھونے کی جنھیں اک عرصے سے کھائی تھی قسم

پیر زینے کی جو تھی اسکی یہ آرائش ہے — ایک ٹوٹی سی دوات ایک پرانا سا [illegible]

شغل استاد جو تھی چلی نفرت دلکو — بد معاشوں کو بعد شوق بنایا انہ[illegible]

پنسل اسکول کے ایک ایک نہیں بھاتے اب — چاندنی چوک کی گلگشت کا آیا موسم

شام کو سیر کو اب ٹھنڈی سڑک کے بدلے — چلے باجمع احباب سوے کوے صنم

خط جو آیا کبھی والد کا تو نوکر سے کہا — ابھی فرصت نہیں رکھو اسے پھر دیکھینگے

صحبت نامہ جلیسان میں گیا ان کا صلوۃ — اب نہ دنیا کی رہی شرم نہ عقبیٰ ہی کا غم

چند ہی روز میں پھر سب نے [illegible] کو لگی — پورٹ دایمن لگو سمجھنے لگے اب زن[illegible]

اسی عرصے میں کہیں آگئے انکے والد — پاس بھلا کے کہا لڑکے سوا محنت

سمجھ ذرا شغل آیا ہے تمہارا کیسا — اتنی محنت نہ کرو بیٹا ہے پیدا نقص

خیر اچھا یہ بتاؤ کہ پڑھا کیا تم نے — ہو ترقی سے تمہارے دل محزون خرم

پہلے کچھ دیر تو شرماتے رہے پھر بولے — ابا جان آپ یہ پوچھیں نہیں از راہ کرم

[illegible] چکا میں بھی مسلمانوں کی بچوں کی طرح — جاؤ کا تم

اس سے زاید کی ضرورت بھی نہیں ہے فی الحال — اک مسلمان کے بچے کو یہی ہے کیا کم

سچ تو یہ ہے کہ اب دزبان میں دو شعر — حضرت خواجہ حافظ نے کہے ہیں جو رقم

فاش می‌گویم و از گفتہ من دل شادم — بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم

نئی روشنی کا مریض

کوئی لڑکا اک دن ہوا آبدیدہ
خدا جانے صدمہ ہوا دل پہ کیا کیا

محبت سے یوں باپ نے اس سے پوچھا
کہ جان پدر خیر تو ہے ہوا کیا

بہائے نہ تھے تم نے یوں اشک پہلے
تمہیں آج بتلاؤ یہ ہو گیا کیا

بیان پدر سنکے فرزند بولا
کہیں آپ سے اپنا ہم ماجرا کیا

عجب طرح گذری ہے یہ عمر اپنی
نہ جانا کہ ہے زندگی کا مزا کیا

بنگلے نہ کوٹھی میں اب تک رہے ہم
ہے نا آشنا دشت کی ہے پر فضا کیا

نہ صابن ہے جس سے جہالت چھپائیں
نہ پوڈر ہے چہرہ بنے بن بنا کیا

نہ آیا ہے ہمراز جسکو بتائیں
نہ بیئر کہ کہتے فولشش یہ کیا کیا

نہ کھائی کبھی حاضری ہم نے اب تک
نہ سمجھے کہ ہے لنچ کا مدعا کیا

نہ حاصل ڈنر ہین
نہ واقف کہ آخر مٹن ہے بلا کیا

نہ پہنا کبھی آجتک سوٹ ہم نے
نہ معلوم ہے بوٹ دیتا صدا کیا

لباس اپنا وہ ہے حسین جس سے بھاگیں
تعرف کا موقعہ بھلا پھر رہا کیا

صد افسوس اسوقت تک بے خبر ہین
کہ کیونکر ہے دل جاتا دلربا کیا

نہ لندن کے جانے کا ساماں بھی ہے
ترستے رہینگے یوں ہی ہم سدا کیا

مس و حور وش کو نہ لینگے کبھی تک
رہینگے اسی غم میں ہم مبتلا کیا

جو یہی ہے تو ہو گی مرض میں ترقی
نہ کام آئیگی کچھ دوا کیا دعا کیا

علم

علم کے سامنے الماس و گہر کچھ بھی نہیں
یہ وہ دولت ہے جسے خوف و خطر کچھ بھی نہیں

علم کیا تھا عمل ہو تو نتیجہ نکلے
وہ شجر کچھ بھی نہیں جسمیں ثمر کچھ بھی نہیں

سخت افسوس کہ لڑکو کی بھلائی کے لئے
آجکل کوشش و تاکید پدر کچھ بھی نہیں

مدرسے بھیجتے ہیں فیس بھی دیتے ہیں
اور تعلیم کی پوچھو تو خبر کچھ بھی نہیں

امتحاں میں ہوں جو ناکام مدارس پہ تمام
عدل و انصاف تو مانے ہیں مگر کچھ بھی نہیں

باپ کو چاہیئے ہر وقت خبرگیر رہے
ورنہ وہ یاد رکھے اس کا پسر کچھ بھی نہیں

کامیابی کی توقع نہ کہیں وہ طلبہ
دسیان محنت کا جسے شام و سحر کچھ بھی نہیں

جو ادب دل سے نہ کرتا ہو معلم کا ملیح
فائدہ بخش اسے علم و ہنر کچھ بھی نہیں

ظلم

چند روزہ زندگی میں سرکشی اچھی نہیں
سرکشوں سے خوش نہیں ہوتا ہے رب العالمین

خاکساروں کو یہاں چشم حقارت سے نہ دیکھ
تجھکو خالق نے بنایا ہے اگر مسند نشین

بادشاہ ہو یا گدا افسر ہو یا محکوم ہو
جور کا دستور بد نیتوں میں بھی رائج نہیں

منہ سے اپنے کچھ برا کہتا نہیں بیکس غریب
بد دعائیں جی ہی جی میں دیتا ہے جان حزیں

دل دکھانے سے کسیکا ہوتا ہے خانہ خراب
غم جو دیتا ہے کسیکو ہوتا ہے اندوہگین

بانیٔ جور و ستم تھے نادر و چنگیز خان
نام کو بھی اب ہی انکی نسل کا باقی نہیں

مال و دولت جاہ و حشمت کچھ نہ آیا کام کچھ
موت نے انکو دکھا دی آخرش اکدن زمین

عاقبت مین حال جو کچہہ ہوا اُنکا ہے جانے خدا | قابل بخشش نہین تقصیر سے بیدادکی قرین
ظالم ضحاک کا لیتا نہین ہی کوئی نام | عدل پر نوشیروان کے ہوتی ہے صد آفرین
تب سنے کے پر ولے بے دردی ہیو کر آب ہار | صبح ہوتے ہوتے خود اس کا نشان باقی نہین
سخت دل جو ہو فلاح دین و دنیا ہو خلاف | نخل آہن مین شگوفہ ہیو لنا ممکن نہین
سر اٹھایا جسنے دنیا مین مثال گرد باد | پھینکی باد حوادث نے زمین پر وہی دہین

دھوکا دہی کا تو ہمیشہ ہوتا ہے انجام بد
سرکشان را در میاں فلک بر زمین

ہنر

(ماخوذ از پیسہ اخبار لاہور)

ہنر ہی سے ہے قدر و عزت بشر کی | ہنر ہی بڑہاتا ہے ہمت بشر کی
ہنر ہی سے بڑہتی ہے دولت بشر کی | ہنر ہی سے ہرجا ہے چاہت بشر کی

جہان مین غریبونکا والی ہنر ہے
امیرونکا ہمدرد و حامی ہنر ہے

ہزارون کو حاصل ہے امداد اس سے | بنے لاکھون شاگرد استاد اس سے
ہے مضبوط پیشے کی بنیاد اس سے | ہوا گرم بازار ایجاد اس سے

نمودار ہے اس سے خالق کی قدرت
عیان ہوتی ہے اس سے صانع کی صنعت

مقیمون کو ملتا ہے آرام اس سے | مسافر کو ہے ہر جگہ کام اس سے
ہزارون نے پیدا کیا نام اس سے | نہ چین اس سے خالی نہ اسلام اس سے

جہان نام اہل ہنر کا نہین ہے
تو باغ خزاں دیدہ سرزمین ہے

حقیقت مین معار عالم یہی ہے | کہ زیبائش نوح و آدم یہی ہے
عروج و ترقی کا سلم یہی ہے | ہر اک حال مین یار و ہمدم یہی ہے

خلایق کا قبلہ بنا ہے تو یہہ ہے
غرض یہ کہ حاجت روا ہے تو یہہ ہے

بفضل خدا اس ہنر کی بدولت | ترقی پہ آجائے گر صنع و حرفت
تو ہون دور نا فقش یہ روز نصیبت | بدلجائے فوراً زمانے کی رنگت

ہنرمند بے شبہ خوشحال ہووین
ہنر جو نہ سیکھین وہ پامال ہووین

تجارت

زبان کیا کرے گی بیان تجارت | ہے کان جواہر دوکان تجارت
زمانے پہ ادبار چھایا ہوا ہے | نہین دیکھتا کوئی شان تجارت
ملا کرتے ہین کسطرح مال دولت | کوئی پھر کے دیکھے جہان تجارت
نشان ان کا باقی رہیگا نہ ہرگز | نہین جن مین باقی نشان تجارت
مہذب ہین جو قومین انہین کو دیکھو | ہر اک شخص ہے نکتہ دان تجارت
مقدر کی کھوٹی ہے جو قوم اسکے | نہین لیین ہوتا گمان تجارت
تنزل پہ ہر دن بدن قدر حکمت | ترقی پہ ہے عمر روان تجارت
سدا ایک ہی رنگ رہتا ہے اسکا | بدلتا نہین آسمان تجارت
دکھائیگی کان جواہر کو لا کر | اگر قوم ہو نکتہ دان تجارت

وہی جان لو ملک و دولت ہی ہے بہتر
بڑھاتے ہین جو اپنی شانِ تجارت

تجارت مین گر ساتھ ہو کسب و صنعت
تو پھر دیکھنا کیا ہے شانِ تجارت

تجارت مین شامل اگر ہو نہ صنعت
نہین پھر تجارت مین جان تجارت

دو رنگی دنیا

(ماخوذ از ادیب الہ آباد)

سدا ہے گردش لیل و نہار دنیا مین
ہے ایک حال یہ کسکو قرار دنیا مین

ہمیشہ گلشنِ عالم کا ایک رنگ نہین
کبھی خزان ہی کبھی ہی بہار دنیا مین

ہے خار غم گل عیش و طرب کے پہلو مین
نہین ہی کوئی خوشی خوشگوار دنیا مین

کوئی عزیز ہے چشم جہان مین گل کیطرح
ہے کوئی خار کے مانند خوار دنیا مین

ہین اپنی اپنی قسمت سے
کوئی گدا ہے کوئی شہریار دنیا مین

ہے مست یون سی کو کسی کو فکر مآل
ہے کوئی مست کوئی ہوشیار دنیا مین

عجیب آب و ہوا ہے جہان فانی کی
کوئی ہے شاد کوئی دلفگار دنیا مین

یہی ہے حال تو وابستگی ہو کیا اس سے
خوشی ہے ایک غم مین ہزار دنیا مین

یہان ہر ایک خوشی مین تو ساتھ دیتا ہے
مگر نہین ہے کوئی غمگسار دنیا مین

زبان حال سے کہتے ہین کاخ و قصر و محل
کہ کوئی چیز نہین پائیدار دنیا مین

نہین ہین سعدی و جامی مگر ہے یاد انکی
یہ چھوڑ رے جا یادگار دنیا مین

اخلاقی غزل

(ماخوذ از تہذیب النسوان)

برا کیا جو زمانے پہ اعتبار کیا
ہے اس کا تجربہ ہم نے ہزار بار کیا

نہ کھوؤ عمر کو غفلت میں ہوش میں آؤ
خدا نے دی تمھیں عقل اور ہوشیار کیا

ادب خصوص سے کرو مان اور باپ کا تم پہ
انھوں نے جان کو آرام کو نثار کیا

جو ہیں بزرگ کرو انکی دل سے تم تعظیم
ادب خدا کا کیا ان کا گر وقار کیا

جو خرد ہیں شفقت اُن پہ جتاؤ گے تم کو
خدا کو خوش کیا اکو جو تم نے پیار کیا

مدد کرو کسی اپنے غریب بھائی کی
اسی لئے ہے تمھیں حق نے مالدار کیا

خدا نے نعمتیں دیں تمکو بے حساب عطا
خدا نے فضل و کرم تم پہ بیشمار کیا

کبھی نہ تم سے وہ راضی رہیگا ای بندو
اگر نہ تم نے ادا اسکا شکر گر کیا

(حامد حسن قادری بچھرایونی)

نظم سعدی کی منظوم ترجمہ

کنج لحد میں تجھکو ساروں پڑے کا سونا
کھانے کو جسم تیرا اون مور ماروں کی

دنیا کے باغ میں تو - مانا کہ رشک گل ہے
جنگل میں قبر ہوگی - اور اسپہ خار ہوانگا

کچھ فائدہ نہوگا یارونکی یاوری کا — اعمال نیک بیشک - وان تیری یار ہونگے
یان کے سوا اکثر - ہونگے وہان پیادہ — اور جو پیادہ ہین یان - اچھا سوار ہونگے
اچھا اسیر ہونگے - اکثر امیر یان کے — اور جو اسیر ہین یان - وان شہریار ہونگے
اچھا امام ہین جو - اور پیشوا ریائی — میدان حشر مین وہ - خود شرمسار ہونگے
معلوم ہے قیامت - پر تم ہوا سے غافل — غفلت کی نیند لے - وان سخت خوار ہونگے
مصروف ہوگئے ہین - اور مانگتے ہو جنت — جنت مین جا لے - سب پرہیزگار ہونگے
باطل سے باز آؤ - اچھی ہے حق پرستی - — جو حق پرست ہین وان - صاحب وقار ہونگے
اچھا حساب ہوگا - ساری برائیون کا — اور نیک کام ہی سب اچھا تمہارا ہونگے
ساتھی چلے گئے ہین - تم بھی کرو تیاری — سعدی سخن تمہارے - اب یادگار ہونگے

اخلاقی غزل

نیکی کوئی انسان کرے — بھول جا کو کسی شخص پہ احسان کرے
کسی حالت مین بھی انسان نہ ہارے ہمت — ہے یہ وہ چیز کہ - دشوار کو آسان کرے
ہو اگر بس مین تو - ہر ایک کو راحت پہنچاے — نہ ستانے کا کسی کے بھی کبھی دھیان کرے
ذرہ بھر بھی نہین ملنے کا مقدر سے سوا — آدمی کوئی تمنا کرے - ارمان کرے
جتنا تقدیر مین لکھا ہے وہ ملجائیگا — فکر مین جان کو پھر کیون کوئی ہلکان کرے
آدمی قہر سے اللہ کے ہر وقت ڈرے — شکر اللہ کی نعمت کا ہر اک آن کرے
جو برا ہو اسے چھوڑے جو بھلا ہو لے لے — چاہیے یہ کہ بد و نیک مین پہچان کرے
چھوڑ جائیگا یہین دولت و حشمت انسان — آخرت کے لیے ہی تو کوئی سامان کرے

مین جو کہتا ہون وہ ہین سب کے بھلے کی باتین
ہون اگر ہوش تو ہر شخص ادہر کان کرے دعا حسن قادری [illegible]

امید

امید کا چمن ہے ہمیشہ بہار پر
ہوتا نہیں ہے اس میں خزاں کا کبھی گذر

پیلا چنبیلی سیوتی یا مرجھائینگے ضرور
پھول اسکے سوکھتے کبھی آئے نہیں نظر

گلدستہ امید ہے بیشک سدا بہار
سب اسکی تازگی پہ ہیں جی جان سے نثار

حال اس کا پوچھو کسی مفلس غریب سے
کیفیت اس کی سنو کسی غم نصیب سے

امید سمنوں کے دکھوں میں ہے جلوہ گر
آتے نظر ہیں اسکے کرشمے عجیب سے

آلام سے جو خون جگر پیتے ہیں
امید کے سہارے وہ دنیا میں جیتے ہیں

امید غریب بیچتی ہے اندوہ یاس میں
ارمان اسکے دل کے سب ہیں خاک میں

آرام چین سے نہیں حصہ ملا اسے
طعنہ زنی سے آیا ہے دم اس کا ناک میں

رنج و الم سے آیا جو دل اس کا تنگ ہے
امید میں اپنا ہی دکھلاتی رنگ ہے

بچے یتیم ہو گئے ماں باپ مر گئے
وہ ولولے وہ دل کے امنگ کدھر گئے

اب کوئی بات پوچھنے والا نہیں ہے حیف
تعلیم کے جو دن تھے وہ یوں ہی گذر گئے

امید ہی بچارے کی ڈھارس بندھاتی ہے
اور انکے دل کے زخموں پہ مرہم لگاتی ہے

اک نوجوان بیٹھا ہوا منہ پہ یاس ہے
یہ اس کا چہرہ رنج و الم سے اداس ہے

دو بار فیل ہو چکا ہے امتحان میں وہ
اب اسکا ملال ہے حد سے سوا یاس ہے

لیکن امید کہتی ہے یہ اسکے کان میں
"اب کے تو پاس ہوگا ضرور امتحان میں"

ہندوستان پہ کالی گھٹا گھر کے چھائی ہے
ہر فرد قوم سے ہے وہ دلکو بھاری

دیکھو جدھر ادھر ہی ہلاکت کا دور ہے
لیکن امید کرتی ہے مژدہ سنا رہی

اے بندہ مستمند بیٹھ نہ ہمت کو ہار کے
اچھے دن میں آئینگے پھر دن بہار کے

امید کے سہارے سے دنیا کا ہے قیام
امید ہی سے چلتے ہیں دنیا کے سارے کام

ہر ایک ذی حیات کو ہے اس کا آسرا — وابستہ ہے اسی سے زمانے کا انتظام

ہرچند دل ہو صدمۂ رنج و الم سے چور

لاتقنطوا پہ چاہئے تکیہ مگر ضرور

(بنت حفیظ اللہ امرتسر)

(ماخوذ از رسالہ شریف بی بی)

جنت الفردوس
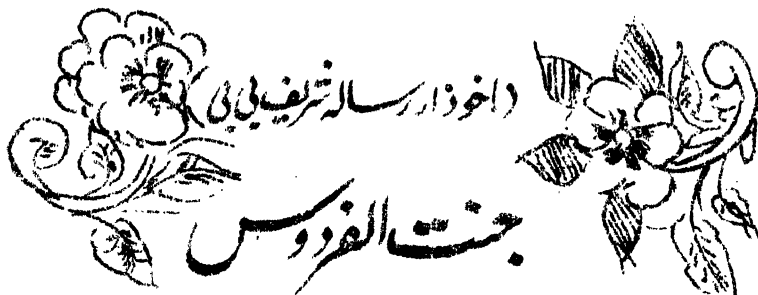
سنا تھا ایک بچے نے یہ مانے — کہ جنت ہے بہت عمدہ یہاں کی

سو اک دن اسنے اپنی ماں سے پوچھا — کہ ملسکتی ہے ایسی کہاں ہے

سبھی دل پر ہیں شاداں ہیں جہاں پر — غم و افکار بھاگے ہیں وہاں سے

بھلا جنت وہاں ہے میری اماں — کہ ہر دم آتی ہے خوشبو جہاں سے

جواب اسکو دیا یہ ماں نے سن کر

نہیں ہرگز وہاں ای جان مادر

کہا بچے نے ماں سے اپنی سنکر — بتا پھر خود ہی آخر ہے کہاں پہ

کچھ ہرے رنگ کے شجر ہوتے ہیں جیسا — نسیم صبح چلتی ہے جہاں پر